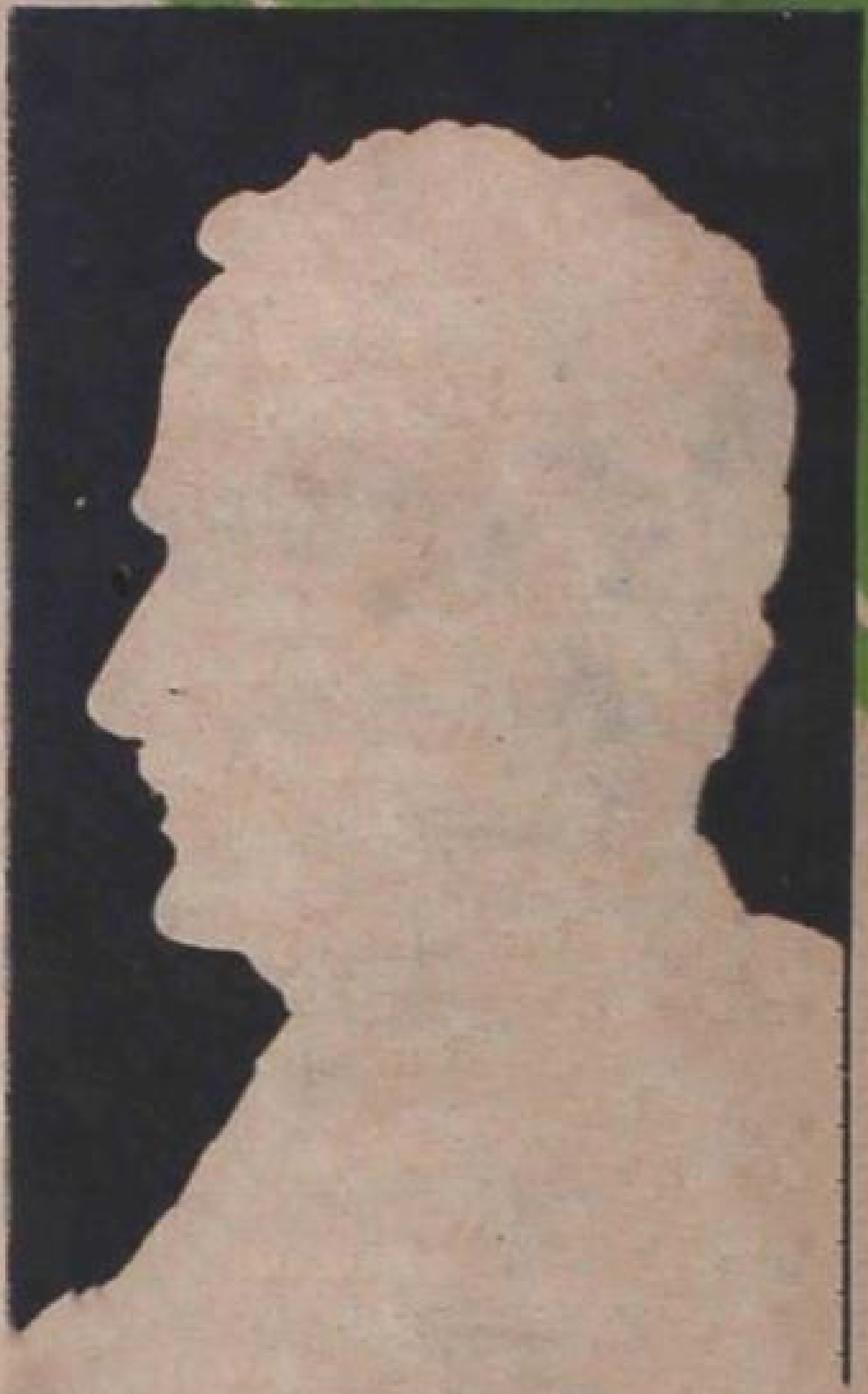

یادگارِ اقبال

یادگارِ اقبال

مرتبہ

سید محمد طفیل احمد بدر امروہوی

آزاد بک ڈپو لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل — ۱۹۴۵ء — قیمت عا/

علّامہ اقبال کے آخری الفاظ

میں مسلمان ہوں۔ اور مُسلمان موت سے نہیں ڈرتا خندہ پیشانی سے
" موت کا خیر مقدم کرتا ہوں "

علامہ اقبال کا آخری کلام

سرود رفتہ باز آید کہ ناید؟
نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟
سر آمد روزگار ایں فقیرے؟
دگر دانائے راز آید کہ ناید؟

راہنمایان ملک کے پیغامات

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

یہ خیال کرتے ہوئے کس قدر صدمہ ہوتا ہے کہ علامہ اقبال اس جہاں سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئے۔ ہندوستان آپ سے بڑا اردو شاعر پیدا نہیں کر سکا۔ آپ کی وفات سے نہ صرف ہندوستان بلکہ مشرق کو نقصان عظیم پہنچا ہے مجھے ذاتی طور پر اس لئے زیادہ صدمہ ہے کہ مرحوم سے میرے دوستانہ تعلقات تھے۔

ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور

دنیائے ادب سونی ہو گئی۔ دنیا کی بزم ادب میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جس کا پر ہونا ناممکن ہے۔ آپ کی موت نے ادبیت پر ایک کاری زخم لگایا ہے جس کا اندمال محال ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو

مجھے یہ سنکر بیحد افسوس ہوا کہ ڈاکٹر اقبال وفات پا گئے۔ کچھ عرصہ پیشتر مجھے آپ سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اسوقت بھی آپ بیمار تھے۔ آپ کے دلمیں آزادی اور وطن کی پوری محبت تھی۔ آپ کی موت ہندوستان کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مگر آپ کی حیات آفریں نظمیں مدت تک آئندہ نسلوں کو درس آزادی دیتی رہیں گی۔

قائدِ اعظم محمد علی جناح

ڈاکٹر اقبال عالمگیر شہرت کے شاعر تھے۔ انہوں نے ملک اور اسلام کی جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ قابل قدر ہیں۔ اُن کی وفات سے مسلمانانِ ہند کو جسقدر نقصان پہنچا اسکی تلافی ناممکن ہے ہمیں آپ کی مغفرت کے لئے دُعا کرنی چاہیئے۔

مہاتما گاندھی

ڈاکٹر اقبال کی موت مُلک کا ایسا نقصان ہے جسکی تلافی نہیں ہو سکتی اُن کی مشہور نظم ہندوستان ہمارا جب میں نے پڑھی تو میرا دل اُبھر آیا۔ اور بار دو جیل میں، تو سینکڑوں بار میں نے اسی نظم کو گایا ہوگا۔ اس نظم کے الفاظ مجھے بہت میٹھے لگے۔

مسز سروجنی نیڈو

اگرچہ علامہ اقبال کی نعش کی قیمتی مٹی کو زمین نے اپنے آغوش میں لے لیا لیکن مرحوم کی ناقابل فنا دماغی قابلیت غیر زوال پذیر شان و عظمت کے ساتھ ساتھ دُنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہے گی۔ میں مرحوم کو اُن کے کمالات و تحصیلات پر خراج تحسین ادا کرتی ہوں۔

ہز ایکسلنسی گورنر پنجاب

علامہ اقبال کی وفات میرے لئے گہرے رنج کا باعث ہوئی یہ سانحہ نہ صرف پنجاب کے لئے نقصان عظیم ہے بلکہ ہندوستان ایک مایۂ ناز ادیب کے وجود سے محروم ہو گیا۔

آنریبل سر سکندر حیات خاں

علامہ اقبال کی رحلت کی روح فرسا خبر نے مجھے بیحد صدمہ پہنچایا ہے اسلامی دنیا کے اس حادثہ الیمہ اور اس کے ناقابل تلافی نقصان میں مشرق و مغرب دونوں یکساں حصہ دار ہیں۔

سر شہاب الدین

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اچانک موت نے میرے دل کو ایک ناقابل برداشت صدمہ پہنچایا ہے۔ مشرق ایک عظیم المرتبت شاعر سے ہندوستان ایک جلیل القدر فرزند اور سیاسی مفکر اور دنیا ایک عالی قدر فلاسفر سے خالی ہو گیا

سر چھوٹو رام

ڈاکٹر سر اقبال کی بے وقت وفات پر میں اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ مرحوم کو میں ہندوستان کے عمائد اور موجودہ وقت کے باکمال اصحاب

میں سے تصور کرتا ہوں۔

مسٹر جی۔ بی۔ کھیر بمبئی

مجھے ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات پر سخت افسوس ہوا اِن کی وفات ہندوستان کے ہاتھ سے ایک زبردست شاعر اور محبِ وطن جاتا رہا میں انتہائی رنج والم کا اظہار کرتا ہوں۔

پنڈت گوبند بلب پنت

سر محمدؒ اقبال کی وفات کی خبر سُنکر مجھے دلی صدمہ ہوا۔ مجھے آپکے خاندان سے اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے۔

سر تیج بہادر سپرُو

سر محمد اقبال کی وفات کی خبر سُنکر مجھے بہت صدمہ ہوا دو ماہ پیشتر موحوم سے لاہور میں ملاقات ہوئی تھی۔ مرحُوم دُنیا کے عظیم الشان ترین شاعروں میں تھے میں گذشتہ تیس سال سے مرحُوم کے شاعرانہ اور مفکرانہ کمالات کا متعرف اور مداح ہوں ہندوستان ایک بڑے شاعر اور یگانہ روزگار شخصیت سے محروم ہوگیا۔

نواب صاحب بہاولپور

سر محمدؒ اقبال کے انتقال کی خبر نے مجھے بہت بڑا صدمہ پہنچایا ہے مرحُوم

میرے صادق دوست تھے۔ مرحوم لامحالہ اسلامی دنیا کے بطلِ جلیل تھے۔ وہ نہ صرف کلمہ گویوں کے نزدیک واجب الاحترام تھے۔ بلکہ دیگر اقوام کے قلوب میں بھی ان کے لئے غیر معمولی عزت موجود تھی۔

صدر کانگریس

ہندوستان کی محفل ادب کا چراغ بجھ گیا۔ وہ صرف ہندوستان کے شاعر اعظم اور ادیب ہی نہیں تھے۔ بلکہ ایک بے مثال شخصیت کے مالک تھے ان کی وفات سے ہمیں ناقابل تلافی صدمہ ہوا ہے۔ جسے ہندوستان مدتوں محسوس کرے گا۔

مسٹر ٹیک چند

سر محمد اقبال کی موت سے ہندوستان ایک بین الاقوامی شہرت کے شاعر سے خالی ہو گیا۔ میں ۱۸۹۸ء سے سر محمد اقبال کا دوست تھا جبکہ وہ گورنمنٹ کالج کی ایم اے کلاس میں پڑھتے تھے۔ وہ ایک پکے دوست تھے میرا دل صدمات سے بھرپور ہے موت نے مجھ سے ایک بچپن کا دوست اور ہندوستان سے ایک عظیم الشان شاعر اور فلاسفر چھین لیا۔

سر ناظم الدین

علامہ اقبال کی وفات سے ہندوستان اور بالخصوص مسلمانان ہند کو

ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

خان بہادر سر محبوب ٹی قادری احمد آباد

علامہ اقبال نے مسلمانوں اور ہندوستان کی جو بیش بہا خدمت انجام دی ہیں وہ ابدالآباد تک یادگار رہیں گی۔ آپ کی وفات سے ہندوستان کے ہاتھ سے ایک زبردست محب وطن پرجوش مسلمان اور ہمدرد لیڈر جاتا رہا۔

آنریبل مولانا یعقوب حسین مدراس

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات ہندوستان کے لئے ایک زبردست قومی نقصان ہے۔ ان کی ادبی خدمت نے ملک کا درجہ بہت بلند کر دیا ہے۔ مجھے ان کی وفات حسرت آیات پر بہت رنج ہے۔

سر محمد یعقوب

علامہ اقبال کی وفات ملت ہند پر بلائے عظیم کی حیثیت رکھتی ہے اس سے ہندوستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

سر اکبر حیدری

علامہ اقبال کی وفات حسرت آیات کی خبر میرے لئے بیحد موجب رنج ہوئی آہ ہماری تاریخ کی ایک نامور ہستی ہٹ گئی۔ مجھے اسلئے اور بھی زیادہ

صدمہ ہے کہ مرحوم میرے مخلص دوست تھے۔

میاں افتخار الدین

مشرق کا ایک بہت بڑا فلاسفر اور اعلیٰ درجہ کا آرٹسٹ ہم سے جدا ہو گیا۔ آپ کی وفات سے جو ناقابل بیان نقصان پہنچا ہے۔ وہ بیان سے باہر ہے۔

مسٹر غلام صادق

علامہ اقبال کی وفات، ایک قومی نقصان ہے۔ مجھے اُن کی وفات حسرت آیات پر بہت صدمہ ہے۔

ڈاکٹر محمد عالم

سر زمین پنجاب صدیوں تک ڈاکٹر اقبال کا ثانی پیدا نہ کر سکے گی۔

ملک خدا بخش

علامہ اقبال کی موت نے ایک بلند پایہ وطن پرست مشرقی زمین کے اہم ترجمان فقید المثال شاعر اور ماہر علوم و سرار کو مٹا دیا۔

مسٹر آصف علی

علامہ اقبال ہم سے رخصت ہو گئے۔ مگر ان کی شاعری اور ان کی نظموں

کے اثرات دُنیا میں ہمیشہ قائم رہیں گے۔

ڈاکٹر گوکل چند نارنگ

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی موت کی خبر نے میرے دل کو بہت صدمہ پہنچایا ہے ڈاکٹر اقبال میرے ذاتی دوست تھے۔

حاجی رحیم بخش رنگون

علّامہ اقبال کی وفات سے ہندوستان میں ترقی پسند خیالات کا آفتاب غروب ہو گیا۔ مرحُوم کا پیغام آزادی تھا۔ اور وہ انسانیت نو کے علم بردار تھے۔

خان بہادر نواب احمد یار خاں دولتانہ

مجھے علّامہ اقبال کی وفات سے جسقدر رنج پہنچا ہے۔ ناقابل بیان ہے۔

ملک برکت علی

دنیائے اسلام کا لطل جلیل اور فرزند اکبر اس جہاں سے رحلت کر گیا۔ ڈاکٹر اقبال نے دُنیا کے سامنے اسلام کی صحیح تعلیم پیش کی اور دنیائے اسلام سے خراج تحسین حاصل کیا آپ کی غیر فانی منظومات باشندگان ہند کے قلوب میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

مولوی غلام محی الدین

ڈاکٹر اقبال کی موت سے مسلمانوں کو ہی نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ یہ ایک ہندوستانی اور بین الاقوامی نقصان ہے مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ علامہ سید جمال الدین افغانی کے بعد ڈاکٹر علامہ اقبال ہی تھے۔ جنہوں نے مسلم دنیا کو بیدار کیا۔ ہندوستانی نقطہ نگاہ سے وہ پیام بر آزادی تھا۔

چودھری افضل حق

علامہ مرحوم جیسے بے بدل فقید المثال مفکر شاعر حیات ہندوستان کے مایۂ ناز اور اسلامی جمعیت کے ترجمان کا اُٹھ جانا مسلمانانِ عالم کے لئے بالعموم اور ہندوستان کے ۷ کروڑ باشندوں کیلئے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہے

مسٹر ایم سلیم

موت کے ظالم بے رحم ہاتھوں نے دنیا کی عظیم ترین ہستی ہم سے ہمیشہ کے لئے چھین لی۔

پنڈت پیارے لال شرما

ہندوستان کا ایک بڑا فرزند اس سے چھین لیا گیا۔ اقبال نے اتحاد انسانی کے گیت گائے اور زندگی کا درس دیا۔ اسکی تعلیم اپنے انسانوں میں

اعلیٰ درجہ پر بٹھائے گی۔

ڈاکٹر ضیا نظامی

موت کے ظالم ہاتھوں نے ہم سے ایک شاعر اور رہبر چھین لیا۔ اقبال مغربی قومیت کا بہت بڑا دشمن تھا۔ وہ انقلاب آفریں خیالات لیکر آیا تھا۔ اور اسی کی تعلیم دیتا رہا۔

مسٹر افضال علی حسنی

ہندوستان کا بڑا فلاسفر اور پنجاب کا اعلیٰ شاعر ہم سے جُدا ہو گیا علامہ اقبال کی وفات ایک قومی حادثہ سے کم نہیں۔

جناب ضیا عظیم آبادی

یادگار اقبال

ڈیرائٹ

واہ اے اقبال اے پیغمبر ہندوستان
تیرے باعث آج مالامال ہے اُردو زبان
فلسفے کی اصطلاحوں میں یہ انداز بیاں
سادگی سے تو نے دُنیا کو سنائی داستاں

کر لیا قبضہ دلوں پر جذبۂ اخلاص سے
ٹھوس باتیں کہہ گیا تو کس ادائے خاص سے

شاعری مُردہ تھی ارض ہند کی اے باوقار
تو نے آ کر رُوح پھونکی صاحب فطرت نگار
کفر لرزاں ہو گیا اسلام کا دل بے قرار
تیرا اک اک شعر ہے شاہ نجف کی ذوالفقار

سُوئے دین احمد مرسل کو دمکاتا ہوا!
تو مجاہد بن کے نکلا تیغ چمکاتا ہوا!

تو قلندر ہے دل انسانیت کا آسرا
کشتیٔ مُسلم کا گرداب بلا میں ناخدا!
کھیلتا ہے موت سے تو مرحبا صد مرحبا
مصحف ہندوستاں ہے اصل میں بانگ درا

تیرے آگے بے حقیقت ظالم و سفاک ہے
رُوح ہے آزاد تیری دل ترا بیباک ہے

درس ہے تیرا عمل پیغام ہے تیرا خودی
ہے الہٰی دو قوموں کا نام اصلی زندگی
موت ہے مسلک میں تیرے قوم کی بے یکجہتی
میکدہ اسلام کا ہے تیرا جام شاعری

جلوہ گر نور محمدؐ دل کے کاشانے میں ہے
رُوح رومی اور غزالی تیرے پیمانے میں ہے

تیرا منشا ہے کہ انساں ظلم سے آزاد ہو
جنت الفردوس اپنا عالم ایجاد ہو

بیکس و مجبور کا بھی قلب مضطر شاد ہو   اہل عز و جاہ کی فرعونیت برباد ہو۔

اپنے مرکز پر چلا آئے نظام کارساز
ایک صف میں کھڑے ہو جائیں محمودؔ و ایازؔ

ہو مساوات حقیقی ہر طرف جلوہ فگن   ایک ہو جائیں گدا در شہنشاہ زمن
ہو فنا چھوٹے بڑے کا اختراق دلشکن   ایک کانٹے میں ٹکیں یہ سارے گلہائے چمن

فقر ظاہر ہو ہر اک سو حیدرِ کرارؔ کا
پھر پلٹ آئے زمانہ احمد مختارؐ کا

علامہ اقبال   شہاب امروہوی

بظاہر از جہاں رُو پوش گشتہ
بباطن زیست در آغوش گشتہ

نزول رحمتش بر روے گارش
شود تا حشر پیہم بر مزارش

علامہ اقبال

ہمیشہ سے یہ سنت اللہ جاری ہے کہ جب کوئی طبقہ کوئی قوم کوئی گروہ اپنے اصولوں سے منحرف ہو کر بام ترقی سے حضیض پستی میں گرنے لگتی ہے تو اس وقت مشیت ایزدی انہیں میں سے ایک ایسی ہستی کا وجود عمل میں لاتی ہے جو اسکو قعر پستی سے نکالکر اوج و بلندی پر اور ظلمت سے نکالکر نور کی طرف رہنمائی کرے علامہ اقبال بھی اسی قبیل کی بلند پایہ ہستیوں میں سے تھے۔ علامہ نے جس زمانہ میں عالم وجود میں قدم رکھا ہے وہ مسلمانوں کے لئے نہایت پر آشوب و مصیبت کا زمانہ تھا۔ دنیائے اسلام جانکنی کے عالم میں مبتلا تھی۔ ہندوستانی ۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامیاب ہونے کے بعد ہمت ہار چکے تھے۔ مسلمانوں پر بغاوت کا الزام لگا کر بری طرح سرکوبی کی گئی تھی۔ بظاہر ان میں کوئی زندگی کے آثار باقی نہ تھے۔ دنیائے اسلام کا بھی یہی حال تھا۔ مسلمان حکمران غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے یا اپنی رعایا کیلئے جابر و قاہر خود عیش و عشرت میں سرشار اور رعایا جہالت و افلاس میں اسیر مسلمان زبون حالی کی آخری منزل پر پہنچ چکے تھے اپنی باتیں اپنے اسلاف اپنی روایات اپنی تہذیب و تمدن اپنا مذہب اخلاق غرض سب کچھ پست اور ہیچ نظر آتا تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اصلاح و بہبود کے لئے دنیائے اسلام میں چند باکمال ہستیوں کو مامور فرمایا۔ ترکی میں مصطفےٰ کمال۔ ایران کے لئے رضا شاہ پہلوی مصر میں زاغلول پاشا ہندوستان میں محمد علی وغیرہ ان میں سے کسی نے تو موقع مناسب پاکر اپنا کام پورا کر لیا کسی نے کام تو شروع کر دیا۔ مگر مجبوریوں کیوجہ سے پورا نہ کر سکے۔ اور کچھ تکمیل کے لئے شب روز کوشاں ہیں

امت کی یہ اصلاح الگ الگ وطنی قومی اور نسلی بنیادوں پر ہوئی اب ضرورت ایک ایسے معمار کی تھی جو ان مختلف اینٹوں سے ابراہیمی و مصطفوی بنیادوں پر ایک نئے حصار ملت کی تعمیر کرے اس کام کیلئے قدرت نے اقبال جیسی ہستی کو ہندوستان میں پیدا کیا۔

علم و ادب کا یہ درخشندہ ستارہ ۱۸۷۳ء ستمبر میں آسمان سیالکوٹ پر جلوہ گر ہوا اور ایف اے تک آپ نے سیالکوٹ میں ہی تعلیم حاصل کی یہاں اُن کو شمس العلماء سید میر حسن سے فیض حاصل ہوا جو عربی فارسی کے بڑے ماہر تھے اور اُردو فارسی کا اعلیٰ مذاق آپ کی طبیعت میں انہی کی فیض صحبت سے پیدا ہوا شمس العلماء میں یہ خاص خوبی تھی کہ اپنے شاگردوں کو جو مضمون پڑھاتے اسکا اُن میں صحیح مذاق پیدا کر دیتے چنانچہ علامہ اقبال نے بھی حتی الامکان آپ سے خوب استفادہ کیا۔ پھر بی اے کی تعلیم کے لئے لاہور آنا پڑا اور گورنمنٹ کالج میں داخل ہو کر بی اے کا امتحان پاس کیا اختیاری مضامین میں سے آپ نے فلسفہ اختیار کیا یہاں پر ایک فاضل مستشرق پروفیسر آرنلڈ سے واسطہ پڑ گیا جسکو فلسفہ کا بہت اچھا ذوق تھا۔ اس نے اس جوہر قابل کو اپنی توجہات خصوصی سے نوازا اور باہمی تعلقات اسقدر ترقی کر گئے کہ شاگردی نے دوستی کی صورت اختیار کر لی جب پروفیسر آرنلڈ انگلستان جانے لگا تو علامہ اقبال نے اسکی جُدائی سے متاثر ہو کر "نالہ فراق" کے عنوان سے ایک نہایت موثر نظم لکھی اور آخر کار ۱۹۰۵ء ستمبر میں اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے ماتحت انگلستان پہنچ گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہوئے وہاں پر ڈاکٹر میک ٹیگرٹ براؤن نکلسن سارلی جیسے فضلاء سے علمی فیض حاصل کیا اور اس یونیورسٹی سے فلسفہ اخلاق کی ڈگری حاصل کی پھر جرمنی کی میونک یونیورسٹی سے (فلسفہ ایران) ایک کتاب لکھنے پر پی ایچ ڈی کا فرسٹ کلاس ڈپلومہ حاصل کیا اس کتاب

پر انگلستان کے مشہور پرچوں میں بڑے بڑے صاحب الرائے کے تبصرے شائع ہوئے اور کتاب یورپ میں مقبول ہوئی۔ جرمنی سے پھر لندن آئے اور وہاں پولیٹیکل سائنس اسکول میں داخل ہوئے وہاں فارغ ہونے کے بعد بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ انگلستان کے قیام کے زمانہ میں اسلام پر چھ پبلک لیکچر دئے جو بہت مقبول ہوئے پھر لندن یونیورسٹی میں پروفیسر آرنلڈ کے قائمقام جو چھ مہینہ تک عربی کے پروفیسر بھی رہے۔ یہ شرف کسی ہندوستانی کو شاید ہی حاصل ہوا ہو۔

۱۹۰۸ء میں تین سال کے بعد آپ کی وطن کو مراجعت ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ اس عمر میں اتنے علمی اعزازات وڈگریاں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم تھا۔ اپنی مادری زبان کے علاوہ عربی فارسی انگریزی سنسکرت اور یورپ کی کئی زبانوں میں ماہر ہونا اور شہرت ومقبولیت کی اس بلندی پر پہنچ جانا کوئی معمولی بات نہیں۔ آپ ایم اے پاس کرنے کے بعد اورنٹیل کالج لاہور میں فلسفہ اور سیاست مدن کے لکچرار مقرر ہوئے۔ پھر گورنمنٹ کالج میں فلسفہ اور انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ علمی مشاغل آپ کی زندگی کے لازمی عنصر ہو گئے تھے۔ یورپ سے واپس آنے کے بعد ہی کچھ دنوں تک آپ بدستور گورنمنٹ کالج کے پروفیسر رہے۔ اس کے بعد وکالت شروع کر دی تھی۔ مگر وکالت کو آپ کی زندگی میں کوئی اہمیت حاصل نہیں وہ محض کسب معاش کا ایک ذریعہ تھی اور پھر کچھ دن کے بعد وکالت کو بھی خیرباد کہہ کر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ آپ کی زندگی کی ساری کمائی آپ کے کلام کے وہ چند مجموعے ہیں جو آج ملت کے لئے گراں بہا اور قابل فخر خزانہ ہے۔ چند سال ہوئے کہ نواب صاحب بھوپال سے آپ کے دوستانہ تعلقات ہو گئے تھے۔ اور وہاں سے پانسو روپیہ ماہوار

وظیفہ مقرر ہو گیا تھا جس سے آپ کو یک گونہ طمانیت ہو گئی تھی۔ اس سے کچھ سال قبل اپنی تصانیف کے سلسلے میں یکمشت پچیس ہزار کی رقم مل گئی تھی۔ جس سے اُنہوں نے اپنے چھوٹے بچے کے نام سے ایک مکان جاوید منزل میورروڈ پر بنوالیا تھا گو بظاہر یہ ایک کوٹھی ہے۔ لیکن سادگی میں اپنی نظیر آپ ہے۔

جب آپ کی شہرت بام ترقی پر پہنچ گئی اور آپ کی کتاب۔ اسرار خُودی۔ و رموز بے خُودی کا یورپ کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو گیا۔ اور آپ کے علم و فضل کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجنے لگا تو حکومت ہند نے بھی از راہ قدر دانی بڑے اعزاز و اکرام سے سر۔ کا خطاب آپ کو عطا کیا۔

شاعری کی ابتدا۔ آپ کی شاعری کا آغاز کالج کے زمانہ سے ہی شروع ہوتا ہے آپ نے اول کئی مشاعروں میں غزلیں پڑھیں۔ جب بہت مقبول ہوئیں پھر لاہور میں ایک ادبی مجلس کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں مشہور شعراء ادباء نے شرکت شروع کی۔ اس مجلس کے ایک جلسہ میں آپ نے کوہ ہمالہ“ کے عنوان سے ایک نظم پڑھی یہ نظم اپنے حریت پسندانہ جذبات اور دلکش انداز بیان کیوجہ سے۔ بیحد پسند کی گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ تعلیم سے فارغ ہو کر گورنمنٹ کالج میں پروفیسر تھے۔ اس زمانہ میں آپ کے بیشتر اوقات علمی صحبتوں اور مشاغل میں صرف ہوتے تھے شعر گوئی سے فطری مناسبت تھی۔ اور کلام میں آمد تھی جسوقت شعر کہتے تھے۔ تو بے شمار اشعار کہہ ڈالتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ موزوں الفاظ کا ایک چشمہ اُبل رہا ہے اور ایک خاص کیفیت رقت کی آپ پر طاری ہو جاتی تھی۔ جب آپ کی شہرت بلندی پر پہنچ گئی۔ تو ادبی مجالس میں آپ کو مدعو کیا جانے لگا۔ لیکن آپ اپنی عزت پسندی کیوجہ سے شرکت سے انکار کر دیتے

تھے دوسرے یہ وجہ بھی تھی۔ کہ اگر فرمائش پر آپ اشعار لکھنا چاہتے تو فی الفور طبیعت پر ایک انقباضی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ حافظہ کا یہ عالم تھا۔ کہ اپنی طویل نظمیں بھی زبانی سُنا دیتے تھے۔

ترنم۔ شروع میں آپ نے اپنا کلام تحت اللفظ پڑھکر سُنانا شروع کیا لیکن آخر میں احباب کے اصرار پر ترنم کے ساتھ نظمیں پڑھنی شروع کر دیں۔ چونکہ آپ کی آواز بلند و شیریں تھی اسوجہ سے جب آپ نظم سناتے تھے تو سامعین پر اور زیادہ اثر ہوتا تھا اور عوام کو بھی آپ کے کلام سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک آپ کا قیام انگلستان میں رہا۔ اس زمانہ کی جسقدر نظمیں ہیں وہ بیشتر مغربی مشاہدات و تاثرات کی حامل ہیں۔ اس کے بعد آپ کا رحجان فارسی کیطرف ہو گیا اور اُردو میں کم اشعار کہے۔ لیکن اس کا یہ فائدہ ہُوا کہ آپ کے اُردو اشعار فارسی کی چاشنی سے اور زیادہ پُر کیف ہو گئے۔ اور وہ رنگ اور زیادہ پختہ ہو گیا۔ جو غالب کے اتباع میں آپ نے اختیار کیا تھا۔

آپ کا پہلا اُردو کا مجموعہ کلام "بانگ درا" ستمبر ۲۴ء میں اشاعت پذیر ہُوا اس میں ۱۹۰۱ء کے بعد کا تمام کلام جمع کر دیا گیا تھا۔ اس میں نیچرل، جذباتی، فلسفیانہ، وطن پرستانہ، اسلامی، ظریفانہ اور بچوں کے لئے بھی نظمیں اور غزلیں ہیں یہ کتاب اسقدر مقبول ہوئی کہ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں آپ کا رحجان فارسی کیطرف گو زیادہ تھا لیکن خدمت اُردو کا بھی خاص شوق اور خیال تھا اور اس ضرورت کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کا یہ شعر ہے۔

گیسوئے اُردو ابھی منت پذیر شانہ ہے ‏ ‏ ‏ شمع یہ سودائی دل سوزیٔ پروانہ ہے۔

اس لئے آپ نے اُردو کی طرف بھی توجہ رکھی اور آخر کار جنوری ۱۹۳۵ء میں آپ کا دوسرا مجموعہ کلام ۔بال جبریل۔ شائع ہوا چونکہ نو سال کے بعد یہ مجموعہ شائع ہُوا تھا۔ اس لئے اسکی بھی بیحد قدر کی گئی ۔ اس میں آپ کی شاعری بالکل اسلامی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اور اسلامی ایمان کی قوت ، اسلامی فقر و شان قلندری بیان کی گئی ہے اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ولولہ انگیز درس عمل دیا گیا ہے اس کے چند سال بعد آپ کے کلام کا تیسرا مجموعہ ۔ضرب کلیم" کے نام سے شائع ہُوا یہ نہایت شاندار نظموں پر مشتمل ہے کیونکہ یہ آپ کا آخری نقش بدیع ہے یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے سابقہ مجموعہ ہائے کلام پر خاص فوقیت رکھتا ہے اسمیں خودی کا درس دیا گیا ہے اور مسلمانوں کی پست ذہنیت کو بدلنے کے لئے حکیمانہ پیرایہ میں مسائل اہمہ پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ ایک حصہ میں عورتوں کے متعلق اپنے زریں خیالات ظاہر کئے ہیں جو قابل قدر ہیں ایک حصہ ادبیات لطیفہ کے لئے وقف ہے اور آخری حصہ میں مشرق و مغرب کی سیاسیات حاضرہ کے متعلق ایسے ایسے نکات بیان فرمائے ہیں جو باعث حیرت ہیں۔

آپ کی فارسی کا شباب ۔"طلوع اسلام" کے بعد سے شروع ہوتا ہے اسرار و رموز میں واعظانہ رنگ چڑھا ہوا ہے فلسفہ کا عنصر غالب اور شعریت کم ہے پیام مشرق کی اشاعت سے فلسفیت کم اور شعریت غالب ہونے لگی ہے نو مشقی کا دور ختم ہو جاتا ہے اور اسرار و رموز کی شراب سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ پُوری کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ شروع کے ۸۰ صفحوں میں قطعہ نما رباعیاں ہیں جنمیں خودی کے وجد انگیز رموز بیان کئے گئے ہیں۔ دوسرے حصہ میں بعنوان افکار ۔مختلف موضوع پر چھوٹی بڑی نظمیں ہیں ۔ اور ان نظموں میں ایک نئے انداز سے قدرت کے رموز اور حُسن بے پایاں پر

روشنی ڈالی گئی ہے۔ فصلِ بہار ۔ کشمیر ۔ اور ساقی نامہ میں رنگین تخیل انتہائی زور کیساتھ فارسی زبان میں مجبول بر سادہا ہے۔ بعض نظمیں ندرتِ خیال ۔ زبان کی گھلاوٹ، اور اسلوب کی جدت کے لحاظ سے فارسی ادب میں ایک بے بہا اضافہ ہیں۔ تیسرے حصہ بہ عنوان بدہ ساقی مئے باقی ۔ میں حافظ کی مینا میں خودی کی شراب عجب بہار دکھلا رہی ہے۔ چوتھے اور آخری حصہ کا عنوان "نقشِ فرنگ" ہے جسمیں مغرب کے بعض حکماء اور مشاہیر مثلاً گوئٹے ۔ برگسان ۔ ہیگل ۔ ٹالسٹائے ۔ پاشا ۔ بائرن وغیرہ پر تبصرے ہیں پوری کتاب گوئٹے کے "سلام مغرب" کا جواب ہے۔

پیام مشرق کے دو سال بعد زبورِ عجم شائع ہوئی جس میں آپ نے اپنا تمام فلسفہ حیات راگ اور نغموں کے پیکر میں پیش کیا ہے اور خفتہ اقوام کو اپنے حیات پرور نغموں سے زندگی اور بیداری کا پیغام سنایا ہے یہ جاں فزا ترانے غزل کے دلکش سانچے میں ڈھالے گئے ہیں۔ اس پوری کتاب کے بھی چار حصے ہیں پہلا حصہ ۷۰ صفحات پر شامل ہے اور اسمیں ۵۶ غزلیں ہیں اور دو اک مخمس مثلث اور ترکیب بند کی شکل میں بھی ہیں۔ دوسرا حصہ بھی پہلے حصہ سے کچھ کم جاذبِ توجہ نہیں ہے۔ اس حصے کی منظوم سُرخی ہی وہ معنویت رکھتی ہے کہ اس میں آپ کا سارا فلسفہ سمٹ سمٹا کر بیت الغزل بن گیا ہے۔ شعر ہے۔

شاخِ نہال سدرہ خار و خس چمن مشو! منکر او اگر شدی منکر خویشتن مشو!

اس حصے میں ذوقِ خودی کو بیدار کرنے کے لئے ۵۶ نغمے شامل ہیں اور حصہ اول و دوم کے ترجیع بند ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - اور ۱۱۹ بڑے جوشیلے اور اثر آفریں نغمے ہیں تیسرے حصہ کا عنوان "گلشنِ رازِ جدید" ہے اس میں نو منظوم سوالوں کے مثنوی کی طرز پر مفصل جواب دئے گئے ہیں یہ سوالات و جوابات چند فلسفیانہ موشگافیوں سے متعلق ہیں

چوتھے حصے کا عنوان بندگی نامہ ہے۔ جس میں فنون لطیفہ موسیقی، مصوری پر اظہار کیا گیا ہے۔ پہلے دو حصے زبور کی جان ہیں۔

زبور عجم کی اشاعت کے دو اک سال بعد جاوید نامہ نے آپ کو زندہ جاوید بنایا جو آپ کی شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ اور زندگی کا حاصل ہے اب تک جو کچھ آپ نے کہا اور کسی سطح سے کہا تھا لیکن اس میں جو کچھ کہا ہے ایسے بلند مقام سے کہا ہے جہاں الہام اور شعر عرفان اور ادبیات عالیہ کی حدیں ملتی ہیں خود فرماتے ہیں۔

آنچہ گفتم از جہاں دیگر ست　　　　این کتاب از آسمانے دیگر است

جاوید نامہ آپ کی یگانہ سرشت کا وہ بے مثل ثمر ہے۔ جسکی مثال خود آپ کے کلام میں اور کہیں نہیں ملتی متواتر تین سال تک اس کتاب کی تخلیق میں آپ نے اپنی توانائی بے دریغ صرف کی ہے۔

آپ کی شاعری کی اہم ترین خصوصیات یہی ہیں کہ اس میں درس عمل دیا گیا ہے خودداری، خودشناسی اور عزت نفس کے متعلق اہم حقائق بیان کئے گئے ہیں اور مسلمانوں کو عشق رسول اور عشق حق سے بھرہ ور ہو کر مومن کامل بننے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہی چیز ہے جس نے آپ کی شاعری کو اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔

بہر صورت آپ دور حاضرہ کے وہ بلند پایہ حکیم و فلاسفر تھے جنکی حیات پرور فلسفیانہ شاعری نے خوابیدہ قوم میں بیداری کی ایک لہر دوڑا دی جنکے کاوش فکر نے قوم کے منجمد خون میں ایک جوش و طغیانی پیدا کر دی جنکے نغمات روح فزا نے قوم کو مساوات و اخوت، حمیت و غیرت اور خودداری کا سبق یاد کرا دیا۔ جو مدت سے نسیانیت کا مرہون منت ہو چکا تھا۔ دنیائے اسلام کا یہ بطل جلیل صرف شاعر ہی

نہ تھا۔ بلکہ بہت بڑا فلاسفر سیاست دان مشرق و مغرب کا مفکر و مدبر۔ دُنیا پر خودی کا راز افشا کرنے والا انسانوں کو آدابِ جنون و آئینِ خود آگاہی تلقین کرنیوالا غلاموں کو رموزِ فقر و شاہی سمجھانیوالا مسلمانوں کو شانِ مومنیت سے آگاہ کرنے والا ترجمان حقیقت معلم انسانیت اور ملتِ اسلامیہ کی اجتماعیت کا طالب تھا۔ اُس نے نوجوانوں کی ذہنیت میں انقلاب پیدا کیا اور یہ احساس کرایا کہ وہ اس قوم کے فرزند ہیں کہ

شجاعت کے ہیں جسکے کارنامے یادگار ابتک / جہاں پر جس کا ہے چھایا ہوا رعب و وقار ابتک
حُنین و بدر میں جس نے کیا عالم تہ و بالا / فضائے بزمِ ہستی سے کیا مُنہ کفر کا کالا
دلِ اغیار جسکے نعرہ ہائے حق سے لرزاں تھے / سلاطینِ زمانہ تھے کہ جسکا نام ترساں تھے
رہینِ منتِ احسان تھے جسکے قیصر و کسریٰ / جہاں میں ہر طرف بجتا تھا جسکے نام کا ڈنکا
قیامت جس نے کردی تھی جہانِ بت پرستی میں / تھی جسکی ذات اک فخرِ امم اس بزمِ ہستی میں
ز مشرق تا بمغرب تھا جہاں زیرِ نگیں جسکے / غلامانِ غلاماں تھے شہ خاقان و چین جسکے

آپکی ذات میں انسانِ کامل کی جھلک جلوہ ریز تھی طبیعت میں خودداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور مغربی تہذیب کے سخت مخالف تھے۔ باوجود اس کے کہ مغربی تعلیم کے دریا میں غوطہ لگا کر تہ تک اتر چکے تھے اور ان سب منازل سے گذر چکے تھے جن میں ہزاروں نوجوان اپنے دین و ایمان اپنے اصول تہذیب و تمدن اور اپنے قومی اخلاق کے مبادی تک سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی قومی زبان کو بھی خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ لیکن آپ کا یہ حال تھا۔ کہ جسقدر مغربی تعلیم و تہذیب کے اندر میں قدم رکھتے، وہ سخت مسلمان تھے۔ اس کے منجدھار میں پہونچکر اس سے زیادہ مسلمان پائے گئے اور اس کی گہرائیوں میں جسقدر اُترتے گئے اتنے ہی زیادہ مسلمان بنتے

گئے یہاں تک کہ جب وہ اسکی تہ میں پہونچے تو وہ قرآن میں گم ہو چکے تھے اور قرآن سے الگ اُن کا کوئی فکری وجود باقی نہ رہا تھا۔ وہ جو کچھ سوچتے تھے قرآن کے دماغ سے سوچتے تھے جو کچھ دیکھتے تھے قرآن کی نظر سے دیکھتے تھے اور حقیقت و قرآن اُن کے نزدیک ایک چیز تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق و محبت آپکی رگ رگ میں نفوذ کئے ہوئے تھا گداز قلب اور رقت احساس کا یہ عالم تھا کہ حضور کا نام مبارک سنتے ہی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں اور دیر تک طبیعت قابو میں نہ آتی تھی۔ آپ نے تمام عمر دولت ثروت عزت، وجاہ سے بے نیاز ہو کر قلندری و فقیری کی زندگی گذاری اس فقیری نے آپ کو وہ روحانی دولت عطا کی جس سے آپ کی حیات کا ہر لمحہ اور کلام کا ایک ایک شعر لبریز ہے۔

افسوس کہ صفر کی ۱۹۔ اور اپریل ۱۹۳۸ء کی اکیسویں کی صبح کو عمر کی اکسٹھ بہاریں دیکھ کر اور شاعری کے گلشن میں چالیس برس چہچہا کر یہ بلبل ہزار داستان جس کے دھن کا ہر ایک ترانہ بانگ درا جسکی جان حزیں کی ہر ایک آواز زبور عجم جسکے دل کی ہر فریاد پیام مشرق جسکے شعر کا ہر پرواز جبریل تھا ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ گو یہ آسمان علم و ادب کا مہر عالمتاب۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت۔ واذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون کے کلیہ کے ماتحت اپنی عمر فانی کو ختم کرتے ہوتے ہمیشہ کیلئے غروب ہو چکا ہے لیکن اس کا ہر کارنامہ جاویدنامہ بن کر باقی رہے گا۔ وہ اپنے کلام کے ذریعہ رومی سعدی شیکسپیر اور غالب کی طرح حیات دوام حاصل کر چکا ہے کیونکہ اس نے ہمیشہ ازلی و ابدی راگ الاپے اس کے نغمے ہمیشہ

انسان کے اعلیٰ احساسات کو بیدار کر لیں گے جو فطرتِ انسانی کی پاک ترین بنیادوں سے بلند ہوئے ہیں۔

رُوح کو بیدار کرتا ہے پیامِ اقبال کا — زندہ ہے اقبال زندہ ہے کلامِ اقبال کا
مٹ کے ورد قوم میں پائی حیاتِ جاوداں — ثبت ہے تاریخِ ہستی پر دوام اقبال کا

دُعا ہے کہ ارحم الراحمین اس ملت کی غمخوار ہستی کو مقاماتِ عالیہ سے سرفراز فرمائے اور اپنی رحمت و مغفرت کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

غرض نقشے است کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے!

اقبال اپنی نظر میں

ہے عجب مجموعۂ اضداد اے اقبال! تو
رونق ہنگامۂ محفل بھی ہے تنہا بھی ہے تو

لے کے آیا ہے جہاں میں عادت سیماب تو
تیری بیتابی کے صدقے، ہے عجب بیتاب تو

نہ پوچھ اقبال کا ٹھکانا ابھی وہی کیفیت ہے اس کی
کہیں سرِ راہگذر بیٹھا ستم کشِ انتظار ہوگا

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اُجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

کرم ترا کہ بے جوہر نہیں میں!
غلامِ طغرل و سنجر نہیں میں!
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

یوں دادِ سخن مجھ کو دیتے ہیں عراق و پارس
یہ کافر ہندی ہے بے تیغ و سناں خونریز

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی !
ان کا سر دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

بڑا کریم ہے اقبال بے نوا لیکن
عطائے شعلہ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے !

مقام عقل سے آساں گزر گیا اقبال
مقام شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

خودی نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ !
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیث رندانہ

راز حرم سے شاید اقبال باخبر ہے
ہیں اس کی گفتگو کے انداز محرمانہ

دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا !
یہ اک مرد تن آساں تھا تن آسانوں کے کام آیا

درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

بیا بمجلس اقبال یک دو ساغر کش
اگرچہ سر نتراشد قلندری داند

بیا کہ دامن اقبال را بدست آریم !!
کہ او ز خرقہ فروشان خانقاہے نیست

اگر چہ زادہ ہندم فروغ چشم من است
ز خاک پاک بخارا و کابل و تبریز

نہ شیخ شہر نہ شاعر نہ خرقہ پوش اقبال
فقیر راہ نشین است و دل غنی دارد!

من فقیرے بے نیازم مشربم این است و بس
مومیائی خواستن نتوان شکستن مے توان

نُور کا طالب ہُوں گھبراتا ہُوں اس بستی میں
طفلک سیماب پا ہُوں مکتب ہستی میں!

مجموعہ اضداد ہے اقبال نہیں ہے
دل دفتر حکمت ہے طبیعت خفقانی!

رندی سے بھی آگاہ شریعت سے بھی واقف
پوچھو جو تصوف کی تو منصور کا ثانی!

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

میری بگڑی ہوئی تقدیر کو روتی ہے گویائی
میں حرف زیر لب شرمندۂ گوش سماعت ہُوں

جو میری ہستی کا مقصد ہے مجھے معلوم ہے
یہ چمک وہ ہے جبیں جس سے تیری محروم ہے

بُرا سمجھوں انہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا

کہیں خود بھی تو ہوں اقبال اپنے نکتہ چیں تو نہیں

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبال اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عقیدت کے آنسو

فرمودۂ اقبال

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　　روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

ور حسابم را تو بینی ناگزیر!

از نگاہِ مصطفےٰ پنہاں بگیر!

آہ اقبال

حضرت مولانا ظفر علی خاں صاحب

گھر گھر یہی چرچے ہیں کہ اقبال کا مَرنا
اسلام کے سر پر ہے قیامت کا گُزرنا

کلکتہ و کابل میں بچھی ہے صفِ ماتم
اس غم میں سیہ پوش ہیں بغداد سمرنا

تھا اسکے تخیل کا فسوں جس نے سکھایا
سو سال کے سوئے ہوئے جذبوں کو ابھرنا

ہر روز دیا اس نے مسلماں کو یہی درس
ہرگز نہ کسی سے بجز اللہ کے ڈرنا

ملّت کو نئی زندگی اقبال نے بخشی
ممکن نہیں اس بات کا اقرار نہ کرنا

نذر اقبال

شمیم صاحب بجبیروی

ایشیا کے نُور اے اسلام کے بطل جلیل
ترا پرواز تخیل ہمنوائے جبرئیل

فارسی زندہ تھی تیری شوخیٔ گفتار سے
زینت کاشانۂ اردو تری فکر جمیل

سوز رومی شعلہ افشاں تھا نواؤں میں تری
اور تیری تخیل میں تھا جلوۂ روح خلیل

کارواں سالار ملت ہے ترا نقش حیات
مرد مومن کے لئے تیری نوا بانگ رحیل

نسل آدم مدتوں رکھیگی تیری یاد میں!
اور دلیل زندگی ہوگی تری فکر جمیل

رنگ بدلے گی ہزاروں گردش دوراں مگر
غیر ممکن ہے کہ پیدا ہو سکے تیرا مثیل

تو متاع رفتہ کی اِک رہ گیا تھا یادگار!
چھن گیا اسلامیوں سے یہ بھی انعام جلیل

لیکے آیا بارگاہِ قدس میں تیری شمیم
آنسوؤں کے چند قطرے یعنی اک نذر قلیل

آسماں تربت پہ تیری شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

نوحۂ غم

محترمہ فاطمہ صغریٰ صاحبہ

وفورِ غم سے جی گھبرا رہا ہے
کوئی رہ رہ کے یوں یاد آ رہا ہے

الٰہی ایک دم میں ہو گیا کیا
ہمارے درد کی اب ہو دوا کیا

ہوئے سوئے عدم اقبال راہی
فقیری میں تھا جن کی رنگ شاہی

غضب کا شاعرِ شیریں بیاں تھا
نرالا صوفی معجز بیاں تھا

جہاں میں کون اب اس کا ہے ثانی
ہوا ویران اب باغِ معانی

دعا اللہ سے کر اب یہ صغریٰ
عطا اقبال کو فردوس فرما

اقبال

جناب بنیاد علی درویش صابری

سکھا رہی تھی ابھی احترامِ میخانہ
رہی نہ بزم میں باقی نگاہِ رندانہ

رہے گی لوحِ جہاں پہ عیاں تری تاریخ
نہ تیری زیست فسانہ نہ موت افسانہ

مجاہدانہ تھی تیرے خیال کی تگ و تاز
سپاہیانہ عزائم سخن حکیمانہ!

مقامِ عقل سے آساں گذر گیا اقبال
مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

جناب مجید صاحب

اقبال کے جنازے پر عقیدت کے پھول

تجھی سے غالب و حالی کی آن باقی تھی — مٹے ہوؤں کی زمانے میں شان باقی تھی
ادب کے جسمِ فسردہ میں جان باقی تھی

زمانہ داغ کے ماتم میں سوگوار نہ تھا — خیالِ میر میں کوئی بھی اشکبار نہ تھا
تجھی سے بادۂ اردو ہوا سرور آمیز — دلوں میں ذوق کے خمخانے کا خمار نہ تھا
سوادِ فلسفہ تھا تیرے دم سے عنبر بیز

اجل نے شمع بقا کو بجھا دیا آخر! — تو آج عالمِ فانی سے چل دیا آخر
دو روزہ زیست کا انجام ہے فنا آخر

ادب کے حق میں قیامت ہے انتقال ترا — لہو رلاتا ہے آنکھوں کو ارتحال ترا
دلوں سے محو نہ ہوگا کبھی خیال ترا

جگر کو ضربِ کلیمی گداز کر دے گی — رموزِ بے خودی دانائے راز کر دیگی
کبھی تو بانگِ درا گرمِ تاز کر دے گی!

کبھی تو سعیِ عمل تیری رنگ لائے گی — کبھی تو اُجڑے چمن میں بہار آئے گی
کبھی تو قوم خودی کا سُراغ پائیگی

جو آشنا ہو خودی کے پیام سے مشرق — جو فیض یاب ہو تیرے کلام سے مشرق
ہو ہمکنار حیاتِ دوام سے مشرق

استقبال موت

از جناب تبسم صاحب قریشی

کس قدر وحشت اثر ہوتی ہے قیل و قال موت
زندگی، بیچارگی کا دوسرا اک نام ہے
وہ حکیم بے بدل مشرق کا تھا جس سے فروغ
موت سے بیخوف ہو جانے کا جو دیتا تھا درس
فلسفہ حسن کا سمجھتا تھا جہان عشق میں!
"مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں"
دستبرد موت اس کو لے گئی ہے چھین کر
علم و حکمت کی بدولت زندۂ جاوید ہے
آخری دم کتنے اطمینان و استقبال سے
دب کے رہ جاؤں میں خوف مرگ سے ممکن نہیں

توڑتے ہیں بے پناہ جور و ستم افعال موت
ہے قیامت در حقیقت جشن استقبال موت
منکشف جس پہ تھے اسرار حیات، اعمال موت
کھیل بچوں کے نظر میں جس کی تھے، اشکال موت
چہرۂ ہستی کی زیبائش ہے حسن خال موت
جو کیا کرتا تھا ان لفظوں میں استیصال موت
گھٹ گیا اقبال ہستی، بڑھ گیا اقبال موت
پیکر اقبال ہے گرچہ متاع و حال موت
مرد مومن کی طرح اس نے کیا ابطال موت
مجھ پہ غالب آ نہیں سکتے کبھی اہوال موت

"میں مسلماں ہوں مسلماں موت سے ڈرتا نہیں
خندہ پیشانی سے کرتا ہوں میں استقبال موت"

اقبال

جناب خواجہ شجاع صاحب

فصل گل میں صفحۂ ہستی ہے تصویر بہار
جب خزاں آتی نہیں جس پر کسی کو اختیار
لیکن اے اقبال جس گلشن کا تو ہے باغباں

ذرہ ذرہ ہے نشاط و حسن کا آئینہ دار
خامشی کا دور ہے ساری فضا ہے سوگوار

ایک حسنِ لافنا ہے اِک بہارِ جاوداں

چشمِ بینا پر ہویدا، خیر و شر کا راز ہے
راز دارِ مرغ و ماہی ہے فلک پرواز ہے

تو تھا چشمِ قوم۔ تجھ پر رازکا دَر باز ہے
تیری حکمت شعر کے قالب میں اک اعجاز ہے

دیکھ تو آکر تیری فرقت میں ہے کیا حال آج
نم ہے چشمِ قوم تیرے غم میں اے اقبال آج

تو نے قوموں کو بتایا رمزِ تعمیرِ حیات
زندگی تصویرِ رازِ حرب و ضربِ کائنات

بندگی میں نوش سم ہے نیش حریت نبات
خوابِ رنگینِ غلاماں حکمراں کے مسکرات

عالمِ اسلام مصروفِ عمل پھر ہو گیا۔
بیج آزادی کا تو مشرق کے دل میں بو گیا۔

علامہ اقبال کی یاد میں

از جناب محمد یوسف انور نظامی

مخزنِ روحانیت اقبال تیری ذات تھی
نورِ عرفان سے منور تیری ہر اک بات تھی

کس قدر پُر کیف تھے نغمات روحانی ترے
کسقدر اقبال تھے اشعار وجدانی ترے

تیرے ہر شعر و سخن میں تھا پیامِ فلسفہ!
تو پلاتا تھا جہاں کو لے کے جامِ فلسفہ

قابلیت پر تری ہندوستان کو ناز تھا
بلکہ تو سارے جہاں میں ڈاکٹر ممتاز تھا۔

ایک جادو سا اثر رکھتی تھی تیری سادگی
جاں نثاری کیلئے ہر اک گھڑی تیار رہتی

تو جہانِ فلسفہ کے آسمان کا آفتاب
اے کہ پروازِ تخیل تیرا مانندِ عقاب

بارگاہِ ایزدی کا تو کلیمِ خوش اَدا
تیرا شکوہ کارواں کیواسطے بانگِ درا

چرخِ ہفتم پر ملائک بھی ترے ہمراز تھے
تیری طرزِ گفتگو میں کس قدر اعجاز تھے

رند تھا صوفی تھا مشرب تھا قلندرانہ ترا — ظاہراً گو بادشاہ تھا دل فقیرانہ ترا
آشنائے مہر و مہ دلدادۂ انجم تھا تو — اے کہ تیری حق شناسی کا ہے چرچا چار سُو
تو زمین پر تھا مگر چرچا ترا افلاک میں — قدر و قیمت تھی تری قلبِ شہ لولاک میں
حضرت اقبال، تو تھا شاعر جادو بیاں — اے کہ مسجودِ ملائک تیرا سنگِ آستاں
انجم و خورشید کی کرنوں میں کھو جاتا تھا تو — بے پناہ موجوں میں بالکل محو ہو جاتا تھا تو
یہ وفاتِ روح فرسا شاعری کی موت ہے — شاعری کی اور یہ فلاسفی کی موت ہے

جسقدر شہرت سے اپنی تجھ کو ننگ و عار تھا
اُسقدر انور تیری شہرت کو تجھ سے پیار تھا

اقبال کے مزار سے ایک صدا

از جناب مجید لاہوری

یہ غارتِ گرِ دین و ایمان زمانہ! — ہے جس کی اساس و بنا کافرانہ
خدا کا تصوّر یہاں وہم باطل — فرنگی کے انداز ہیں ساحرانہ
دلوں میں نہاں شطنیت کی اُمنگیں — نگاہوں میں ہے معصیت کا خزانہ
ہے ارزاں یہاں پر جہنم کا ایندھن — کہ ہے گامزن جیسے رخصت زمانہ
خیال مئے ناب ہر آن اس کو — اسے ہر گھڑی فکر بزمِ شبانہ
زمانے میں پُجتی ہے سرمایہ داری — ہے مذہب بھی محکومیت کا بہانہ
نئے بُت تراشے گئے مدرسوں میں — سر اوج ہے صفتِ آذرانہ!
نہیں کوئی ایسا کہ جو یہ سبق دے — کہ ہے دورِ حاضر معنوں و فسانہ
نظر آرہا ہوں اگرچہ زمیں پر! — دل کہکشاں ہے مرا آشیانہ

ضمیرِ نظر میں وہ بستی ہے آباد — کہ جس کا ہر انداز ہے عارفانہ
ادھر آ بتاؤں میں سرِ حقیقت — ہے عرفاں کا مسکن مرا آستانہ

ہیں تجھ پہ کر دوں منکشف رازِ فطرت
سناؤں تجھے اک خودی کا ترانہ!

غمِ اقبال

از کیف صاحب لکھنوی

آنکھ میں آنسو، طبیعت مضطرب، چہرہ اداس — رُخ مرجھائی ہوئی سی، عقل حیراں، بدحواس
ہاتھ میں ساپھر پریشان۔ بال دامن تار تار — لب پہ آہ سرد غمگیں، شور ماتم بیقرار
رنگِ چہرہ فق، نفس تیز تر اور بار بار — جسم و قالب شعلۂ دل و سینۂ و دل مشعلہ بار
انجمن کی انجمن کا ہائے یہ کیا حال ہے — کیا کہا اے اہل محفل "ماتم اقبال ہے"
یہ تمہاری بات نوکِ نیشتر سے کم نہیں — جنبشِ ابرو و زدیدہ نظر سے کم نہیں
آہ اے اقبال اے ہندوستاں کے افتخار — اے وطن کی آبرو اے ملک کی شان و وقار
کیوں ہماری سمت سے چشم توجہ پھیر لی — تجھ سے یہ امید تو ہمکو کبھی مطلق نہ تھی
ہائے ہمکو کیا خبر تھی تو ابھی مر جائے گا — آہ ہم کیا جانتے تھے جلد یہ دن آئیگا
اس ستمگر پر قضا کا بس اگر چلتا! تو ہم — چھین لیتے موت سے تجھ کو تری جاں کی قسم
کون اہلِ ہند کو اب دیگا پیغامِ سروش — کون اب پھونکے گا جسمِ ناتواں میں روح جوش
کسطرح دیکھیں گے اب ہم جانبِ برق و شرر — کون اب بخشے گا دل اور کون بخشے گا نظر
تیرے شعروں میں چمک ہوتی تھی حسنِ نور کی — روشنی کنعان و فاران کی تجلی طور کی!
حضرت حسانِ ثابت کی بلاغت کی جھلک — ابن رشیق و نامہ کی فصاحت کی جھلک

آہ! عرفیِ تغزل۔ حافظِ شیراز کا! — کیفِ مولانا و فردوسی کا جوش و ولولہ
طرزِ غالب کا۔ زبانِ حضرت داغ و امیر — قوتِ ابداعِ مومن۔ شوخیٔ اندازِ میر
ہائے! اے اہلِ جہاں ماتم کرو ماتم کرو — دکھ بھری آواز دل سے انجمن برہم کرو

اے خدا بخشے! بڑے ہی کام کا شاعر تھا تو
تجھ پہ رحمت۔ مذہبِ اسلام کا شاعر تھا تو

مقامِ اقبال

از جناب اطہر حسن صاحب — زیدی

وفاتِ حضرتِ اقبال وہ مصیبت ہے — کہ سوزِ غم سے نہیں آج کوئی بیگانہ
مجھے یہ خوف ہے شق ہو نہ جائے سینۂ دہر — سنانے کو تو سنا دوں میں اس کا افسانہ
نہیں وہ بلبلِ شوریدہ آج نغمہ فروز — ریاضِ شعر و نظر بن گئے ہیں ویرانہ
بکھیرتا نہ وہ کیونکر لآلئی حکمت! — "خدا نے اس کو عطا کی نظرِ حکیمانہ"
تڑپ اٹھے سبھی مُلّا و صوفی مجذوب — سنا گیا وہ غضب کی حدیثِ رندانہ
بتا دیئے ہمیں اسرارِ دو جہاں اس نے — "کہ تھا وہ محرمِ رازِ درونِ میخانہ"

نہ پوچھ زاہدیٔ خستہ پایۂ اقبال
"مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ"

آہ! اقبال

از جناب خان بہادر — نواب جمعہ ... رقم طراز

اس کی رحلت ایک قومی حادثے سے کم نہیں — کیوں نہ ہو ماتم کناں ہر خاص و عام اقبال کا
مانتے ہیں ہندو و مُسلم اسے خضرِ طریق — تھا دلوں میں حسب کے یکساں احترام اقبال کا

مشرق سے تا غرب اسکی شاعری کی دھوم تھی
کون ہے جسکو نہیں معلوم نام اقبال کا

بن گیا افسردہ دل اقوام عالم کے لئے
اک حیات تازہ کا حامل پیام اقبال کا

کردیئے فاش اس نے اسرارِ نہانِ زندگی
سر دھنیں گے لوگ پڑھ پڑھ کر کلام اقبال کا

اسکی رفعت تک نہیں ہوتا تخیل کا گذر
کیا کہوں ہے کسقدر عالی مقام اقبال کا

کلک قدرت کا نوشتہ مٹ نہیں سکتا کبھی
ثبت ہے تاریخ ہستی پر دوام اقبال کا

ماتم اقبال

از جناب رضا علی وحشت کلکتہ

یہ نہ کہہ اک شاعر ہندوستاں جاتا رہا
پیشوائے نکتہ سنجانِ جہاں جاتا رہا۔

باعث ماتم زمانے کو ہے موت اقبال کی
کارواں بھی یا کہ میر کارواں جاتا رہا

اب کہاں سے لائیگا کوئی حقیقت بیں نظر
آہ اسرار خودی کا رازداں جاتا رہا

آشنا بانگ درا سے ہوگا اب کیا گوش قوم
مجلس اسلامیاں کا نوحہ خواں جاتا رہا

قصہ ماضی ہیں تحریک عمل باقی نہیں
اب سنیں کیا ہم کہ لطف داستاں جاتا رہا

نالۂ غم میں وہ کیفیت نہ پائی جائیگی
آج ذوق شیوۂ آہ و فغاں جاتا رہا

اب زبانِ خامہ پہ پڑ ہی گئی مہر سکوت
وحشت رنگیں بیاں کا قدرداں جاتا رہا ..

قطعات تاریخ وفات

عماد صبیری	علامہ سر محمد اقبال	شفیق صاحب رضوی

شفیق صاحب رضوی

سر نگوں بعد محرم کے فلک پر نکلا
کہہ رہا تھا یہ اشارے سے کریگا وہ سفر
صبح اکیسویں اپریل کی جس وقت ہوئی
اہل پنجاب کے دل پر ٹوٹے اس سے ناگاہ
ایک پنجاب نہیں، ہند کے ہر گوشے میں
قوم اپنے ترانوں سے جگانے کے لئے
قافلے بانگ درا سے جو ہوئے تھے بیدار
پہنچیں گے منزل مقصود پہ لیکن دلمیں
مرحبا زندہ رہیں زندہ دلان پنجاب

عماد صبیری

صورتِ ابروئے خم گشتہ صفر کا ہلال
جو سپہر ادب و علم کا ہے بدرِ کمال
آہ انیسویں تاریخ ہوا اس کا وصال
داغ رنج و الم و حسرت و اندوہ ملال
آگیا نظم پہ سرمایۂ اردو کے زوال!
آپ ہی اپنی نظیر آپ ہی اپنی تھا مثال
ملک میں عہد سے ماضی کے بدلنے کو تھا حال
رہے اندیشۂ فردا و غم استقبال!
جن کو ہر صوبے کے افراد کا تھا ہی خیال

کہہ دیا مجھ سے یہ ہاتف نے شفیق برجستہ
فلسفی شاعر اسلام سر اقبال ہے سال

۲۶۰ + ۵۷۱ + ۱۳۲ + ۲۶۰ + ۱۳۴ = ۱۳۵۷ھ

قطعہ تاریخ

جناب عبدالمجید صاحب ازلؔ تلمیذ حضرت داغ مرحوم

گوش زد ہوتی نہیں کوئی مسرت کی خبر
کسقدر منحوس ہے اپنے لئے یہ سال بھی
لکھو سر بادید سے ان کا ازلؔ سال دین
چل بسے اب اس جہاں سے حضرت اقبال بھی

۱۹۳۵ + ۳ = ۱۹۳۸ء

قطعہ تاریخ وفات

جناب فخر جہاں دل محمد صاحب [illegible]

کون لائے گا اب پیام سروش
اے دل! اقبال ہو گیا خاموش
شمع خاموش سال ہجری ہے
عیسوی شمع شاعری خاموش

۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸

علامہ اقبال کی تاریخ وفات

جناب نعیم صاحب رحیمی

ہوا اقبال جب دنیا سے رخصت
بمشرق و مغرب ماتم کا بچھا جال
پئے تاریخ جب ہاتف سے پوچھا
پکارا ایشیا کا فخر اقبال

۱۳۵۷

ماتم اقبال

جناب حفیظ ہوشیارپوری

رخ مشرق پہ کیوں چھائی ہے ظلمات؟
یہ کس کی زندگی کی شمع گل ہے؟
گہن میں آگیا مہر جہانتاب
شبستان خودی کی شمع گل ہے؟

علّامہ اقبال

جناب حفیظ صاحب ہوشیارپوری

علامہ مرحوم کے ایک شعر پر تضمین

تبسّم بر لب از دنیائے فانی شد سحر گاہے — چو بشنید ایں پیام دوست آں مرد خود آگاہے
"غبارے گشتۂ آسودہ نتواں زیستن ایں جا — بہ بادِ صبحدم در پیچ و منش برسراہے!"

۱۹۳۸ء

قطعات تاریخ وفات علامہ اقبال

منشی محمد صدیق حسن صاحب صدیقی جالندھری

آج سرگرم فغاں سارا جہاں ہے صدیق — جسکو دیکھو ہے وہی فرطِ الم سے بیحال
غم سے بلبل کا جگر چاک ہے گل کا دامن — کیسے رخصت ہوئے گلزار جہاں سے اقبال

۱۹۳۸

باغ دنیا سے اُڑا کر تجھکو حوریں لے گئیں — اللہ اللہ شوق تھا کیا تیرے دیدار کا
ہو گیا کس شان سے رونق فزا اقبال تو — خلد میں اب شاعرِ شیریں سخن نازک ادا

۱۹۳۸

کون لکھے گا وہ اسرارِ خودی کے ابواب — کس سے آئندہ زمانے کے سنیں گے احوال
پائے حاسد کو قلم کر کے جہاں سے صدیق — محوِ آرام ہیں آغوشِ لحد میں اقبال

۱۹۳۸

پائے اعدا بھی قلم اب تیغ غم نے کر دیئے — کسقدر صدیق برگشتہ جہاں کا حال ہے
ناز تھا حسنِ بیاں پر جسکے اہل ہند کو — جلوہ گر وہ جنت الفردوس میں اقبال ہے

۱۳۵۷

فاتحہ تربتِ اقبال پہ پڑھتے جانا
دین و دنیا میں خدا دیگا صلہ اسکا کمال

فکرِ دنیا سے جدا ہو کے یہ صدیق یہاں
بڑے آرام سے سوتے ہیں محمد اقبال

۱۳ ۵ ۷

جنابِ بیدؔ — قلندر غائب ہوگیا

کیا پروانے نے ترکِ من و تو!
خودی جذبِ خودی میں ہے ہمہ او

قلندر ہوگیا غائب فضا میں!
وہیں گونجے گا اس کا نعرۂ ہو

۱۹۹۴ بکرمی

جنابِ بسمل سحری — قطعۂ تاریخ وفات

آہ اے اقبال مشرق کے حدی خواں ہائے ہائے
آہ اے حکمت کے دریائے فراواں ہائے ہائے

گو نہیں اب ہم میں تو اے شاعرِ شیریں مقال
شعر ہیں تیرے مگر قوتِ دل و جاں ہائے ہائے

آہ! آہ! اے عاشقِ نامِ محمد مصطفےٰ!
عارفِ ہندوستان مردِ مسلماں ہائے ہائے

از سرِ اقبال لکھو سعدی یہ تاریخِ وفات
چلدیا اب شاعرِ یکتائے دوراں ہائے ہائے

جناب — قطعۂ تاریخ وفات

شاعرِ مشرق مثالِ مہرِ تاباں شد طلوع
اہلِ عالم را غروبش ساخت است اندوہگیں

دفترِ الہام حاصل کرد فکرِ عالیش
منعکس بر طبعِ روشن پرتوِ روح الامیں

آنکہ نمبود است اہلِ خلق را راہِ نجات
ناگہاں شد راہیِ اقلیمِ فردوسِ بریں!

جاں فروشِ راہِ حق، دلدادۂ میرِ حجاز
در زمانِ گمرہی شد رہبرِ دنیا و دیں

اے طلبگارِ سکوں! اے فرخِ افسردہ دل
چشمہ و جاں مرقدِ خلد آشیاں اقبال ہیں
٦١٩٣٨

ماتمِ اقبال

بجناب جی صاحب حسنی

شاعرِ مشرق تھا تو اے پاکباز
ہند والے تجھ پہ سب کرتے تھے ناز

پتا اب تجھ کو ہم پائیں کہاں!
ڈھونڈھنے جائیں بھی تو جائیں کہاں

گیت آزادی کے اب گائے گا کون
قوم کو اب راہ پہ لائے گا کون

تیرے دم تک تھی بہارِ کائنات
اب نہ وہ نغمے نہ وہ پہلی سی بات

ہیں دعا گو تیرے حق میں خاص و عام
جنتِ فردوس ہو تیرا مقام!

تو حقیقت تھا حقیقت بن گیا
وحدتوں میں کھو کے وحدت بن گیا

نام ہی کو بس ہے یہ نامِ حیات
خاک ہے افسوس انجامِ حیات

سحبان الہند علامہ کیفی ڈاکٹر محمد اقبال چڑیاکوٹی

ایسا نغمہ سنا دیا تو نے — بجلیوں کو جگا دیا تو نے
مُلک پر تھا جمود کا عالم — بن کے آندھی ہلا دیا تو نے
پست در پست تھی زمین سخن — فلک اس کو بنا دیا تو نے
شاعری ہو رہی تھی کھوٹی بات — اس کا سکہ چلا دیا تو نے
توڑ کر بند موج طبع رواں — ایک دریا بہا دیا تو نے
گھٹ رہی تھی حیات کی گرمی — اس کو اُٹھ کر بڑھا دیا تو نے
دادلی دے کے تاب زلف سخن — کیا لیا اور کیا دیا تو نے
بات ذلت پہ جھک گئی تھی غریب — اس کے سر کو اُٹھا دیا تو نے
تاب دیدہ ہے فن شعر کا رنگ — شکل گلشن سجا دیا تو نے
کس طرح قلب میں اُترتے ہیں — شاعری کو بتا دیا تو نے
شکل ہے کون دیدہ زیبی کی — بندشوں کو دکھا دیا تو نے
نغمۂ روح اس کو کہتے ہیں — شاعروں کو سُنا دیا تو نے
کیا مضامین کی ہے خلاقی — اس کا پُورا پتا دیا تو نے
لفظ کا ٹھاٹھ نام ہے اس کا — جس طرح جگمگا دیا تو نے
معنوی شان اس کو کہتے ہیں — کہہ کے پردہ اُٹھا دیا تو نے
شاعری قوم کو جگاتی ہے — قوم کو ہاں جگا دیا تو نے
شاعری ہے معین مذہب کی — بے بصر کو سُجھا دیا تو نے
شاعری ہے جلائے روحانی — آئینے کو دکھا دیا تو نے!
ہو گئے مست زاہدان حرم — جام عرفاں پلا دیا تو نے
روح اور بد دہے فارسی ترکیب — نقشہ نو جما دیا تو نے

رہبروں کے جو نقش باطل تھے — ان کو چل کر مٹا دیا تُو نے
سب جسے جانتے تھے گنجِ نہاں — بر سرِ رہ لٹا دیا تُو نے
اب کوئی کس طرح نہ جاگے گا — شورِ طوفاں مچا دیا تُو نے
ہے یہ قسمت کی شاعرِ اقبال — قوم کو اے خُدا دیا تُو نے

فیصلہ تھا جو حق کا بیکم و کاست
آج کیفی سُنا دیا تُو نے۔

اقبال

از حضرت جعفری صاحب سرحدی

صفحۂ دہر پہ جب تک ہے کلامِ اقبال — مثلِ خورشید درخشندہ ہے نامِ اقبال
شرطِ انصاف ہے اے میکشِ صہبائے سخن — بھُول سکتی ہے بھلا لذّتِ جامِ اقبال
بجھ گئی شمعِ حریمِ سخن و شعر و ادب — دامنِ ابر میں ہے ماہِ تمامِ اقبال
یاد تھی آہ کبھی وجہ سکونِ دل و جاں — اب جگر تھام کے ہم لیتے ہیں نامِ اقبال
جعفری جمع ہیں سب صوبۂ سرحد والے — سورۂ فاتحہ پڑھنے کو بنامِ اقبال

اے خداوندِ جہاں بہرِ رسولِ عربی
قصرِ فردوسِ بریں میں ہو مقامِ اقبال

آہ! اقبال

از جناب [illegible] صاحب ہوشیارپوری

کوئی اقبال کا ثانی جہاں میں — پس از عمرِ دراز آئے نہ آئے
حقیقت آشنائے عشق و مستی — پھر اے بزمِ مجاز آئے نہ آئے

شکستہ تار ہیں سازِ خودی کے — وہ صورتِ دل نواز آئے نہ آئے
ہُوا خاموش وہ دانائے راز اب — کوئی دانائے راز آئے نہ آئے
فقیری میں بھی شانِ بادشاہی — پھر ایسا بے نیاز آئے نہ آئے

گیا وہ چارہ سازِ دردِ مِلّت!
کوئی اب چارہ ساز آئے نہ آئے

شانِ اقبال

از جناب احسان دانش صاحب

سرِ چرخِ بریں اک رت جگا تھا — تھی ہر سو وجد کن بادِ شمالی
چراغوں کی جگہ روشن تھے تارے — بچھی تھی چاند کی سیمیں اُجالی
ترنم خیز تھے حوروں کے بربط — جلو میں دل نشیں غلماں دخالی
فضائیں تھیں لبالب مستیوں سے — برستا تھا سرورِ لایزالی!!
نشاط انگیز نغمے چھا رہے تھے — تھا ہر اک شے میں حُسنِ لااُبالی
نظر شیلے کی گوئٹے کا تصوّر — عمر خیام کی بے خود خیالی
نظیری کا طمطراقِ تغزّل — طولیس قندگی شیریں مقالی
بیانِ میر ٹیلنسین کا انداز — خیالِ مومن و تعلیمِ حالی
رموزِ حافظِ شیراز حساں — اور اسداللہ خاں کا فکرِ عالی
نکاتِ درسِ سعدی طرزِ بیدل — امیر و داغ کی نازک خیالی
مہیا سب تھا سامانِ تجلّے — تخیل سے پرے تھی پائمالی
مجسّم تھے شباب انگیز جلوے — مکمل تھی بہاروں کی بحالی

غرض اس بزم رقص و شاعری کا
پڑا سایہ جو زیر عرش عالی!
ندا آئی یہیں محمود ہوجا
وہ پر تو بن گیا شکل ہلالی
نمایاں جس کے خم سے شوق سجدہ
خموشی منظہر آشفتہ حالی
پھر اسمیں روح پھونکی باصد انداز
ودیعت کر دیا حسن خیالی
جسے احسان سب کہتے تھے اقبال
یہ تھی اسکی سرشت بے مثالی

اقبال

از حکیم ہگجیں صاحب نگامی

ہر دل رہین رنج و غم بیکراں ہے آج
ہر اک زباں پہ نالۂ آتش فشاں ہے آج
ہندوستان میں ہے صف ماتم بچھی ہوئی
ہر فرد فرط رنج سے ماتم کناں ہے آج
بکھرا ہے شور و شین سے شیرازۂ سکوت
غرقاب انتشار فضائے جہاں ہے آج
ہر شخص سوگوار ہے ہر فرد ہے اداس
ہندوستان میں بزم عزا کا سماں ہے آج
جسکی صدا کی مشرق و مغرب میں گونج ہے
وہ ہمنوائے طائر سدرہ کہاں ہے آج
نغموں کی جس کے گنبد گردوں میں گونج ہے
وہ ہند و ایشیا کا حدی خواں کہاں ہے آج
احوال قوم پر جو بہاتا تھا اشک خوں
وہ درد مند ملت بیضا کہاں ہے آج
اقبال جس نے سوئے ہوؤں کو جگا دیا
خود محو استراحت خواب گراں ہے آج
وہ شاعر یگانہ و یکتائے روزگار
چشم جہاں سے صورت عنقا کہاں ہے آج
اقبال مر کے زیست کا پیغام دے گیا
ارزاں جہاں میں زندگی جاوداں ہے آج
جبتک قیام عالم ناپائدار ہے

اُس کا کلام اک ابدی یادگار ہے

اقبال

سید دلبر حسین مسحورؔ انبالوی

اے کہ تو پیکر نگارِ فطرتِ معصوم تھی — تیری پیشانی پہ سرِّ زندگی مرقوم تھی
تیرے ہی دم سے فروزاں تھا چراغِ قومیت — تھا پھلا پھولا تیرے فیضاں سے باغِ قومیت
افتخارِ ایشیا! صد نازشِ ہندوستاں — تو تھا اس بیچارگی میں دولتِ اسلامیاں
سوزِ ملت تیری رگ میں تپش اندوز تھا۔ — تیری ہستی ساز بھی اور تو سراپا سوز تھا۔
تیرا ہر تارِ نفس گرم ستیزِ زندگی — تیری ہر آہِ رسا طوفان خیزِ زندگی
منبعِ علم و عمل - کانِ صفا بحرِ وفا — دشت پیمائے حقیقت! مرشدِ راہ ہُدےٰ
تیرے سینہ میں شعاعِ معرفت مستور تھی — تیرا یہ پُر نورِ دل! رشکِ چراغِ طور تھا۔
تو جہاں میں سورۂ اخلاص کی تفسیر تھا — سطوتِ رفتہ کی جیتی جاگتی تصویر تھا
آہ گلزارِ ادب میں نغمہ پیرائی نہیں — شاخِ گل پر بلبلوں کی محفل آرائی نہیں
آج پھر ہنگامہ ہائے زندگی ہیں بیقرار — اڑ رہے ہیں چار سو آفات کے رنگیں شرار
آج پھر ہے جوشِ غم سے سینۂ مسلم فگار — چشمِ دل وا ہے پے لذتِ کشتیِ انتظار

پھر کوئی اُٹھیگا دینے کو ہمیں درسِ اُمید؟
پھر کوئی اقبال آئے گا لئے حرفِ نوید؟

اقبال

جلال الدین صاحب سبیبؔ

اے حکیمِ امتِ خیر الورےٰ — اے طبیبِ حاذقِ امراضِ ما

مئے پرست و مست صہبائی خودی — اے کلیم طور سینائی خودی
بال جبریلی پر پرواز تو — رشک صد بانگ درای آواز تو
کشتۂ عشق جناب مصطفیٰؐ — بستۂ زلف حبیب کبریا
نوحہ خواں سطوت اسلاف ما — اے چراغ محفلِ اخلاف ما
جام جم از خاک ہندی ساختی — از شراب یثربی بنواختی
واقفِ راز حقیقت ایں چنیں — مادر گیتی نہ زاید بعد ازیں
واقفِ رمز و رموز بندگی — محرم سر نہاں زندگی
حضرت اقبال دانائے زماں — واقف سر حیات امتاں
اے دُر دریائے ناپیدا کنار — قلزم علم رسول کردگار
اے مرید مرشد رومی نژاد — یا الٰہی مرقدش پُر نور باد
گو قضا اورا ز ما مستور کرد — گفتہ ہائش قلب ما را طور کرد

ساقی مہوش ز محفل شد بعید
قول او شد مقطع نظم لبید

اقبال کی یاد

از جناب انور صاحب بی۔ اے۔

اے جہانِ حکمت و شعر و ادب کے تاجدار — ساری دنیا آج تیری موت پہ ہے سوگوار
تیری رحلت ہے جہاں سے رخصتِ علم و ہنر — آہ اے سرمایہ دارِ دولتِ علم و ہنر
حیف بجھتے ہی ترے اے مشعلِ بزمِ جہاں — کائنات زندگی پر چھا گئیں تاریکیاں
تیرے اٹھ جانے سے بزمِ علم بے رونق ہوئی — تو نے آنکھیں بند کیں خاموش شمعِ حق ہوئی

کون اب دُہرائے گا افسانۂ بزمِ حجاز
کون اب ملّت کو سمجھائیگا قومیت کے راز

کیا کہوں حالِ دلِ حسرت نشاں تیرے بغیر
آہ بے رونق ہے گلزارِ جہاں تیرے بغیر

درد کا احساس ہو جاتا ہے جب حد سے فزوں
دوڑتا ہوں تیرے مرقد کیطرف با صد جنوں

دفعتاً اک ہوک اُٹھتی ہے دلِ بیتاب میں
غرق ہو جاتی ہیں آنکھیں اشک کے سیلاب میں۔

دیکھتا ہوں تجھ کو اپنے سامنے مسند نشیں
وہ مبارک شکل، وہ اُبھری ہوئی روشن جبیں

اک مسرت سی نگاہوں میں، تبسم زیرِ لب
اور یہ کہتا ہُوا مجھ سے بہ اندازِ طرب

غم نہ کھا اے شکوہ سنجِ گردشِ لیل و نہار
کر ابھی ماتم سرائے دہر میں کچھ انتظار

قلبِ انسانی میں جب ہو جائیگی شرحِ عمل
آچکے گا جب نظامِ زندگانی میں خلل

چونک کر خوابِ اجل سے مسکراتا آؤنگا۔
اہلِ عالم میں حدیثِ زندگی دہراؤنگا

بیادِ محسنِ ملّتِ اسلامیہ

از صلاح الدین صاحب

گریباں چاک کر ڈالا گلوں کا کس کے ماتم نے
بہائے اشک پیہم کس لئے گلشن میں شبنم نے

جھکا ہے آج اپنی قوم کے اقبال کا پرچم
دکھایا روزِ بد ہم کو یہ سر اقبال کے غم نے

ہمارے قائدِ اعظم کو تُو نے ہم سے کیوں چھینا
اجل کیا کر دیا تو نے! الٰہی کیا سُنا ہم نے

جگا کر خوابِ ہندوستان کے نوجوانوں کو
بتائے ان کو اسرارِ خودی اس فخرِ عالم نے

کیا بانگِ درا سے آشنا گم کردہ راہوں میں
وگرنہ جادۂ حق کھو دیا تھا بالیقیں ہم نے

ہمیشہ نور برسے یا الٰہی اُسکی تربت پر
کہ جس سے درسِ خودداری لیا ہے ایک عالم نے

حزیںؔ مدحت سرائی ہو سکے مرحوم کی ہم سے
یہ گستاخی یہ بیباکی، خدارا کیا کیا ہم نے

غمِ اقبال

جناب پنا لعل ششدر صاحب

اب کہاں بزم نشیں ہے اقبال
ساکنِ خلد بریں ہے اقبال

فلکِ فلسفہ و حکمت کا
لاجرم ماہ مبیں ہے اقبال

فرض کیجیئے جو جہاں کو خاتم
اس کا تابندہ نگیں ہے اقبال

ہے عناصر کا بگڑ جانا موت
غور کر دیکھ یہیں ہے اقبال

مردِ مومن کا یہی مرنا ہے
دیکھئے خندہ جبیں ہے اقبال

خلشِ زیست سے تھک کر آخر
سو گیا زیرِ زمیں ہے اقبال

مزارِ اقبال پر

از محمد صادق صاحب ضیغم بی اے ایل ایل بی

آہ اس مدفن کی جانب دل کھچا جاتا ہے کیوں
خود بخود آنکھوں سے پردہ سا اٹھا جاتا ہے کیوں

کون یہ سوتا ہے فرشِ خاک پر زیرِ زمیں
اک خموشی ہے مجاور اور سبزہ ہم نشیں

کون دعوت دے رہا ہے دل کو سوز و ساز کی
بو کدھر سے آ رہی ہے بوستانِ راز کی

ہاں یہ سنتا ہوں یہاں تھا اک مفکر باکمال
اک ادیبِ نکتہ پرور شاعرِ نازک خیال

جسکے نغموں پر تھا رقصاں انقلابِ زندگی
جس کا اک اک لفظ تھا شرحِ کتابِ زندگی

ہاں مجھے کتبے میں سارا حال آتا ہے نظر
ہر طرف چھلیا ہوا اقبال آتا ہے نظر

یہ اُسی چارہ گرِ ہندوستاں کی قبر ہے
اک ادیبِ شاعرِ شیوہ بیاں کی قبر ہے
میری نظریں آشنا ہیں اسکے ارشادات سے
چُن چکا ہوں پھول اُسکے گلشنِ جذبات سے

اس فضائے شعریت میں اک سکوں پاتا ہے دل
اب میں سمجھا کس لئے میرا کھچا جاتا ہے دل

تو نے اے اقبال وہ پیغام دنیا کو دیا
از سرِ نو جس نے استحکام دُنیا کو دیا
اس قدر اُونچا اڑا آخر ترا شاہین فکر
ذہن انجم میں بھی پیدا ہو گئی تمکین فکر
اسطرح بانگِ درا سے رہنمائی تو نے کی
خاک کے ہر ذرے کی عقدہ کشائی تو نے کی
اُٹھ پھر اے اقبال دُنیا پھر تغافل کوش ہے
تو اگر آوازِ فطرت ہے تو کیوں خاموش ہے
مضمحل شمعِ وطن کو پھر مذاق سوز دے
نغمۂ دوشیں کو اپنے جلوۂ افروز دے
پھر نیا پہلو بدل دے گردشِ ایام کا
کیف تازہ کر خمار ہستیٔ ناکام کا

شامِ محشر تک بھی تیری یاد جا سکتی نہیں
تیرے احسانوں کو یہ دنیا بھلا سکتی نہیں

یادِ اقبال

از طالب صاحب (انصاری سید ابوبکر)

راہیٔ فردوس، اقبالِ خوش الحاں ہو گیا
یہ زمیں کا چاند زیرِ خاک پنہاں ہو گیا
اپنے غمخواروں کو آخر دے گیا فرقت کا داغ
بجھ گیا ہندوستاں کے علم و حکمت کا چراغ
ہو گیا رخصت عدم کو شاعرِ عالی مقام
پیشوائے ملک و ملت فن و حکمت کا امام
اے جواں ہمت ابھی کچھ دن تجھے مرنا نہ تھا
سوئے شہرستانِ خاموشی سفر کرنا نہ تھا
دیکھتے ہی دیکھتے تو درمیاں سے اُٹھ گیا
قوم کے اقبال کی صورت جہاں سے اُٹھ گیا

گتھیاں اب اے سیاست تیری سلجھائیگا کون
شاعری میں ساحری کا رنگ کھلائیگا کون

شعر کے پردے میں ہو کر نغمہ سنج و نغمہ ساز
مُلک کو اپنے سکھائے تُو نے خودداری کے راز

تیری ہستی بھی زمانے میں سراپائے کمال
عظمتِ انساں کا زیور، آدمیت کا جلال!

تو نے بزمِ شعر میں اس نور سے چھیڑا ہے راگ
آتشیں نغموں سے تیرے لگ گئی سینوں میں آگ

عام ان نغموں سے پھر تبلیغ قرآں کو کیا
آشنائے ملتِ بیضا مُسلماں کو کیا

ساز سے نکلا جو نغمہ غیر فانی ہو گیا۔
سوز انگاروں میں تیرے جاودانی ہو گیا

پھونک ڈالا گرمیٔ گفتار سے سینہ مرا
داغِ دل نے کر دیا سینے کو گنجینہ مرا

شاعروں میں کس بلندی پہ نظر آتا ہے تو
دیکھتا ہوں میں تجھے شمس و قمر کے روبرو

آسمانوں کی طرف تو مائلِ پرواز ہے
جبرئیل نامہ بر شاید ترا ہمراز ہے

تیری خلوت گاہ ہے یہ لالہ زارِ آسماں
ہم سخن ہے ماہ تیرا ہمنوا ہے سیارگاں

تو نے بزمِ شعر میں وہ گل کھلائے لاکلام
صفحۂ دنیا سے مٹ سکتا نہیں ہے تیرا نام

گردشِ گردوں کبھی تجھ کو مٹا سکتی نہیں
اور تیرے احساں کبھی دُنیا بھلا سکتی نہیں

وہ وطن کا درد تھا دردِ وطن میں فرد تھا
دل نہ تھا سینے میں اسکے دو جہاں کا درد تھا

ڈوبتے دیکھا جب اُس نے قوم کا اپنی جہاز
آگیا اُسکی زباں پر تھا جو اس کے دل کا راز

دردِ غم کے جوش میں اللہ سے شکوہ کیا
قوم نے اُس رہبرِ اقوام کو رسوا کیا

آئینے پر اُس کے جب ڈالی گئی گہری نظر
جلوہ گر دیکھا یہاں وصفِ نبی خلقِ عمرؓ

ہیں ترے اشعار سوز و ساز میں ڈوبے ہوئے
سر بسر ہیں یہ زبانِ راز میں ڈوبے ہوئے

فکر روشن ہے تری نورِ نظر میرے لئے
اور تیرے اشعار ہیں لعل و گوہر میرے لئے

آب جو ان موتیوں میں ہے وہ گوہر میں نہیں
یہ جواہر تو کسی کانِ جواہر میں نہیں

فنِ شعر و شاعری کو ساحری تو نے کیا — نغمۂ ہندی کو رشکِ پارسی تو نے کیا

فصلِ گل تربت پہ تیری پھول برسایا کرے
جھومتی کعبے سے رحمت کی گھٹا آیا کرے

گُلہائے عقیدت

از ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی

آہ اے اقبال تو تھا پیروِ دینِ حسن — اور تیرے دم سے قائم تھیں روایاتِ کہن
کر لیا تسلیم دنیا نے تجھے اُستادِ فن — ہے بجا تجھ کو کہیں گر شاہِ اقلیمِ سخن
صفحۂ قرطاس پر تیرا قلم گل ریز تھا — کیوں نہ تیرا شعر سن کر بُلبُلیں ہوں نغمہ زن
اوجِ شہرت پر چمکتا تھا تو مثلِ آفتاب — ماند تیرے روبرو ہوتے تھے پروین و پرن
درسِ خودداری تھے اس قول میں مستور ہے — تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

اب کنارے پر لگائے کون مردِ باخُدا
یعنی تھا تو ناخدائے کشتیِ قوم و وطن

اقبال کے مزار پر عقیدت کے دو آنسو

از عبدالواحد صاحب [illegible]

کن حسرتوں کا خُون یہ دل داغدار ہے — پہلو میں ایک جاں ہے کہ شمعِ مزار ہے
شکلِ حبابِ ہستی ناپائدار ہے — کیا زندگی جو موت پہ آخر نثار ہے
گل ہو اجل کے ایک ہی جھونکے سے جس کی لو — وہ زندگی چراغِ سرِ راہ گُذار ہے
داغِ فراق دے کے ہمیں آج چل بسا! — کس بھیس میں وہ شاعرِ معجز نگار ہے
ہے مہر کی تجلی ترا پرتوِ خیال! — روح القدس بھی تیری زباں پر نثار ہے

کوثر میں ہیں دُھلی ہوئی جسکی لطافتیں — اُردو زباں کو تجھ پہ بجا افتخار ہے
ایراں کو تجھ پہ ناز تھا ہندوستان کو فخر — ماتم میں تیرے ایک جہاں سوگوار ہے
نرگس کی آنکھ سے تجھے "دیکھوں ہوں میں یہی — نظارہ کو تو جنبشِ مژگاں بھی بار ہے"
سونی پڑی ہے تیرے سوا بزمِ شاعری — اقبال آ کہ ہم کو ترا انتظار ہے
صبرِ جمیل چاہیئے پر آہ کیا کروں — اپنے دلِ حزیں پہ کہاں اختیار ہے

بزمِ سخن میں شمع فروزاں رہے گا تُو
جب تک جہاں میں گردشِ لیل و نہار ہے

اقبال

از مخدوم محی الدین صاحب — رہبرِ عثمانیہ

اس اندھیرے میں یہ کون آتش نوا گانے لگا — جانبِ مشرق اُجالا سا نظر آنے لگا
موت کی پرچھائیاں چھٹنے لگیں چھٹنے لگیں — ظلمتوں کی چادریں ہٹنے لگیں ہٹنے لگیں
اک شرارہ اُٹھتے اُڑتے آسمانوں تک گیا — آسماں کے نور پیکر نوجوانوں تک گیا
عالمِ بالا پہ باہم مشورے ہونے لگے — آسمانوں پر زمیں کے تذکرے ہونے لگے
پھر اندھیرے میں وہی آتش نوا پایا گیا — زندگی کی موڑ پر گاتا ہوا پایا گیا۔
وہ نقیبِ زندگی شام و سحر گاتا گیا — کُو بکُو کوچہ بہ کوچہ در بدر گاتا گیا
گیت سننے کیلئے خلقِ خدا آنے لگی — گردنوں کو جنبش دیکر یہ فرمانے لگی
نغمۂ جبریل ہے انسان کا گانا نہیں — صورِ اسرافیل ہے دنیا نے پہچانا نہیں

عرش کی قندیل ہے اک آسمانی راگ ہے!
راگ کیا ہے سر سے پا تک عشق کی اک آگ ہے

از شفیعی صاحب

آہ! اقبال

آہ اقبال نکتہ داں نہ رہا	حکمت آموز ہندیاں نہ رہا
فلسفہ دانِ بے مثال گیا	عالمِ علم جاوداں نہ رہا
ہوگیا شرق آج واژوں بخت	سازگار اس سے آسماں نہ رہا
گلشنِ شعر کی بہار گئی	موسم سیر گلستاں نہ رہا
نہ رہا ملک و قوم کا محسن	مصلح و مہدی زماں نہ رہا
چل بسا ملتے وہ مجدد وقت	رہبر و خضرِ سالکاں نہ رہا
جس نے کھولا تھا سرِ مرگ و حیات	وہ حقیقت کا ترجماں نہ رہا
جس کی بانگ درا تھی نعرۂ صبح	حیف وہ میرِ کارواں نہ رہا

دردِ ملت تھا جسکی رگ رگ میں
وہ محبت کا راز داں نہ رہا

از زینب عثمانیہ بیگم صاحبہ

آہ علامہ سر اقبال

عمر ہے پیوی

کاشانۂ ہستی سے اقبال ہوا راہی	فطرت نے بلا بھیجا فطرت کا نمائندہ
ممکن نہیں گردوں سے اب اسکی تلافی ہو	ملت مری کھو بیٹھی جو گوہر تابندہ
ہستی کے نشیبوں سے صدیوں نہیں ملسکتے	وہ عشق فلک پیما وہ عقل فرازندہ
تاروں سے بہت آگے جاتی تھی نظر جسکی	رخصت ہوا گردوں سے وہ کوکب رخشندہ
وہ بندۂ حق آکر بتلا گیا دنیا کو	بڑھتی نہیں ملت جو باطل سے ہے ترسندہ

رہتا ہے دنیا کیوں وہ محفلِ امکاں میں — تھا اس کا تخیّل جو کونین کا تابندہ

اس بندۂ مومن کو فانی نہ سمجھ اے زیب

ایماں ہی تو دنیا میں اک چیز ہے پائندہ

آہ اقبال

از محترمہ بیگم رفیعہ زبیری نکہت

اسکے مر جانے پہ دُگنی ہوئی اس کی عزّت — صبحِ اقبال سے بھی بڑھ کے ہے شامِ اقبال

علم و حکمت کے جہانوں میں ہے اقبال کی دھوم — شرق اور غرب میں مشہور ہے نامِ اقبال

اسکے ہر شعر میں حکمت کے ہزاروں موتی — روح کو تازگی دیتا ہے کلامِ اقبال

چاہتا جو ہے کہ حاصل ہو صفائے باطن — وہ پیئے میکدۂ علم میں جامِ اقبال

عشقِ محبوبِ خدا کا ہے یہ فیض اے نکہت

ثبت ہے صفحۂ عالم پہ دوامِ اقبال

اقبال

از جناب جام صاحب عنایتی رامپوری

ہائے وہ اقبال جو تھا واقفِ رازِ حیات — ہائے وہ اقبال جس سے بہرہ ور تھی کائنات

ہائے وہ اقبال جو تھا مصدرِ ہر علم و فن — فخرِ ملت۔ فخرِ دنیا۔ فخرِ دیں۔ فخرِ وطن

ہائے وہ اقبال جس سے تھا ہر اک مذہب کا باغ — فلسفی، دانا۔ مدبر، منطقی روشن دماغ

ہائے وہ اقبال جسکا چشمۂ فکرِ جمیل! — ہوشمندانِ وطن کیواسطے تھا رودِ نیل

بڑھ گیا صد حیف اسکی سمت بھی دستِ اجل — چل لیا دارِ فنا سے وہ ادیبِ بے بدل

آسماں کی کج خرامی پر زمیں رونے لگی — ذرہ ذرہ پر جہاں کے اک اداسی چھا گئی

شامِ غم کی ظلمتوں میں چھپ گئی صبحِ بہار
محفلِ علم و ادب کے مٹ گئے نقش و نگار

لہلہاتی تھی جو اسکے فیض سے کشتِ علوم
ہوگئی ہے آج نذرِ گرمیِ بادِ سموم

قوم کی برگشتہ حالی آج دونی ہوگئی
مادرِ ہند آج تیری گود سونی ہوگئی

ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال

از جناب خان بہادر منشی محمد [illegible] صاحب

الوداع اقبال اے محبوبِ دوراں الوداع
الوداع اے قوم کے نجمِ درخشاں الوداع

الوداع اے بلبلِ خوش خوانِ گلزارِ وطن
الوداع اے باغِ ملت کے غزلخواں الوداع

اے ریاضِ قدس کے مرغِ خوش الحاں الوداع
درسگاہِ عشق کے تلمیذِ رحماں الوداع

الوداع اے غمگسارِ خاکسارانِ زمیں
الوداع اے رازدارِ چرخِ گرداں الوداع

الوداع اے محفلِ توحید کے چشم و چراغ
الوداع اسلام کے خورشیدِ رخشاں الوداع

الوداع اے ساربانِ ناقۂ بیت الحرام
اے حجازی کاروانوں کے حدی خواں الوداع

الوداع اے شمعِ فانوسِ شبستانِ وجود
الوداع اے جانِ پاک اے جسمِ بیجاں الوداع

آج نعشِ اقبال کی مسلم کے زیبِ دوش ہے
بزمِ ملت کی یہ شمعِ آخری خاموش ہے

ماتمِ اقبال میں ہم اسقدر رویا کریں
سال و ماہ و روز و شب صبح و مسا رویا کریں

اپنے بیگانے کے دل پہ ہے تری فرقت کا داغ
آشنا رویا کریں نا آشنا رویا کریں

بلبلیں صحنِ چمن میں مرثیہ خوانی کریں
غنچہ و گل شبنم و بادِ صبا رویا کریں

یاد میں تیری نوائے روح پرور کی ہم
ہم سخن رویا کریں اور ہمنوا رویا کریں

مسجدوں میں متقی پڑھتے رہیں تجھ پر درود
خانقہ میں صوفیاں باصفا رویا کریں

تیرے میخانے میں وہ جام و سبو باقی نہیں
تجھ کو مستانے ترے اب ساقیا رویا کریں

کنجِ مسجد میں شہیدِ قوم کی ہے خوابگاہ
سب نمازی اس پہ پڑھ کر فاتحہ رویا کریں

مصر و کنعاں آج جسکے غم میں نیلی پوش ہیں
یوسفِ ملت کو اہلِ قافلہ رویا کریں

وہ کرشمے روح پرور وہ ادائیں دلنواز
تیری کس کس بات پر اے دلربا رویا کریں

صبحِ نو کی تیری شامِ زندگی تمہید ہے
وہ تری جاوید منزل "زندہ جاوید" ہے

سوزِ دل سے نبض جو مسلم کی تڑپاتا رہا
ہائے وہ اسلام کا قلبِ تپاں جاتا رہا

قلّۂ کوہِ ہمالہ سے پیامِ زندگی
مصر و شام و روم و ایراں تک وہ پہنچاتا رہا

دل سے جو اقبال کے اٹھی صدائے دردناک
کاشغر سے تا خیبر تک اسکو دہراتا رہا

فطرتِ بے تاب سے اپنی شرارِ آرزو
عرصۂ عالم کے مظلوموں میں سلگاتا رہا

سینۂ سوزاں میں مخفی تھے جو شعلے طور کے
ان سے شرق و غرب کی دنیا کو چمکاتا رہا

اس کی تھی ہر شاخ میں پنہاں نسیمِ زندگی
جس سے وہ معمورۂ ہستی کو مہکاتا رہا

وہ سرودِ زندگانی بخش اسرار و رموز
وہ خودی کی راگنی ہر رنگ میں گاتا رہا

پھونک دی مفلوج جسمِ قوم میں روحِ عمل
شاہبازی کبکِ کہساری کو سکھلاتا رہا

وہ فقیرِ خانقاہ مستِ مئے عرفاں رہا
عشرتِ میری کے میخانوں کو ٹھکراتا رہا

تھا کبھی محوِ تماشا سیر میں افلاک کی
عرشِ اعظم کے کبھی پردوں کو سرکاتا رہا

مرتبہ انسانِ خاکی کا کیا اتنا بلند
عالمِ لاہوت سے تا ملکوت ٹکراتا رہا

برتر از ادراکِ اہلِ بزم یہ مستِ الست
کنجِ خلوت میں سرودِ سرمدی گاتا رہا

زندگی اقبال کی ہے جاودانی زندگی
کشتگانِ عشق کی ہے غیر فانی زندگی

زندگی اسکی ہے اب عرش آشیانی زندگی
خلد منزل زندگی جنت مکانی زندگی

زندگی اس کی مسلسل ہے ازل سے تا ابد
وہ بھی آنی زندگی یہ جاودانی زندگی

برتر از قیدِ مکاں ہے برتر از قیدِ زماں
عالمِ لاہوت کی یہ لامکانی زندگی

کس قدر ہنگامہ آرا قرنِ حاضر میں رہی
یہ اُویسِ عصر کی صاحبقرانی زندگی

اس حُدیِ سارباں سے کسقدر سرمست تھی
کاروانِ قوم کی یہ کاروانی زندگی

زندگانی اس کی تھی پیہم رواں پیہم دواں
بادلوں کی سیر دریا کی روانی زندگی

داستانِ آسمان و ماورائے آسمان
ہر دماہ و بزمِ انجم کی کہانی زندگی

تھی نویدِ شادمانی زندگی اقبال کی
شعر مشرق میں رہی غم کی کہانی زندگی

ہائے وہ حُسن آشنا فطرت کی تخئیلِ جمیل
ہائے وہ عشق آفریں جانِ جہانی زندگی

ناظرِ مہجور کی ہے تربت اقبال پر
دیدۂ خونبار سے گوہر فشانی زندگی

"سینہ کوبی میں رہے جبتک کہ دم میں دم رہا
ہم رہے اور قوم کے اقبال کا ماتم رہا"

آہ! اقبال

از جناب غلام صمدانی — نعمانی

چھپ گیا وہ آسمانِ شاعری کا آفتاب
جس کا ہر اک شعر ہے آئینۂ اُم الکتاب

جسکا دل تھا مطلعِ انوارِ خورشید الست
رُوح جسکی ساغرِ اندیشۂ فردا سے مست

جس نے انسانوں کو سمجھائے رموزِ زندگی
درسِ پیغامِ عمل ہے جسکی اسرارِ خودی

ایشیا کو خواب سے بیدار جس نے کر دیا
دامنِ ہندوستاں کو موتیوں سے بھر دیا

اشکِ خوں جس نے بہائے ہیں وطن کیواسطے
شیخ و کعبہ کیلئے اور برہمن کیواسطے

جسکا ہر اک نغمہ تھا سازِ رباب زندگی
میکدے میں عام تھی جسکے شرابِ زندگی

اقبال

از مرزا جلال الدین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء گیا

روحِ رواں دوستی ہر منیرِ علم و فن
آج ترے فراق میں جانِ جہاں ہے پُر حزن

ختم تھی تجھ پہ دوستی جس کا بنا رفیق تو
اس سے رہا تو ہمنوا مثلِ عنادلِ چمن

چشمۂ علم سے تیرے نہرِ حکم رواں مدام
فکرِ رسا تری صدا باعثِ حیرتِ زمن

دورِ جدید میں اگر فکرِ جدید کا ظہور
ہوتا تھا تیری قوم کے فکرِ صحیح میں نغمہ زن

طبعِ غیور میں تیری اُٹھتا تھا ایک ولولہ
ہاتفِ غیب بنکے تو دل تھا روشنی فگن

کون بنے گا تمسے بعد دینِ ہدیٰ کا ترجماں
آئیگا کب جہاں میں پھر تجھ سا پیمبرِ سخن

آہ اقبال

از جناب محمد اکرام الحق وفا صاحب بی اے

آہ وہ اقبال وہ آگاہ اسرارِ حیات
آہ وہ مردِ قلندر نازشِ صد کائنات

جس کے دم سے گرمیٔ ہنگامہ پروانوں میں تھی
جسکے دم سے جرأت بیباک دیوانوں میں تھی

جس کا ہر پیغام ملت کے لئے بانگِ درا
جس کا ہر اک سانس وقفِ خدمتِ اسلام تھا

یثربی نغموں سے جس نے روح کو تڑپا دیا
اور رگوں میں جس نے خونِ زندگی گرما دیا

جسکے گیتوں سے ہوا بیدار یہ ہندوستان ٭ آج محوِ خواب ہے وہ طوطیٔ شیریں بیاں

اُسکے اُٹھ جانے سے برہم ہو گیا رنگ چمن

اُسکے چل بسنے سے بے رونق ہوئی یہ انجمن

نوحۂ اقبال

از صبغۃ اللہ صاحب ارشد احمد [illegible]

چشمِ تر سے ہے رواں خونِ جگر — رحلتِ اقبال ہے محشر اثر!

آج باغِ ہند میں آئی خزاں — غنچہ غنچہ سے ہے ویرانی عیاں

موت نے دنیا سے رخصت کر دیا — حضرتِ اقبال کو وا حسرتا

فلسفی یکتا و شاعر انتخاب — ہند میں ہے اب کہاں اسکا جواب

ہو گئی گل شمعِ بزمِ سخن — ناز اب کس پر کرے گی انجمن

دامنِ صبر و سکوں ہے تار تار — وہم میں بھی اب نہیں آتا قرار

سچ بتا اے گردشِ چرخِ بریں — تو نے شاعر ایسا دیکھا ہے کہیں؟

ارشد مضطر ہے غم سے نیم جاں

نام ہے اقبال کا وردِ زباں

اقبال

از جناب نذر محمد صاحب بی۔اے

کس لیے اب عرصۂ ہستی بنا ہے لالہ زار — ہائے کس کس شخص کی ہے چشمِ خونیں اشکبار

کہتے ہیں اقبال ہے دنیائے دوں سے چل دیا — میں یہ کہتا ہوں کہ سر اقبال ہے اب جی اٹھا

اپنی اسرار خودی میں کہہ گیا ہے اوستاد — اے بسا شاعر کہ بعد از مرگ (دیگر بار) زاد

میری نظروں میں ملی اقبال کو ہے زندگی
زندگی بھی ایسی جو ہر پہلو سے ہے دائمی

غالباً انیس سو دو میں وہ انگلستاں گئے
سامنے میرے نظام الدین ہے یوں گویا ہوئے

علم کی خاطر چلا ہوں میں وطن کو چھوڑ کر
سایۂ خویش و اقربا سے اسلیئے منہ موڑ کر

یا خدا مجھ کو عطا کر اسطرح کی نزد بال
میں مثالِ مہر ہوں جا عد پیا سام آسماں

چاک دل کو شانہ ساں پل میں کرے جسکا سماں
یا خدا مجھ کو ملے اس قسم کا زورِ فغاں

جو بنایا تھا پروگرام اس گھڑی اقبال نے
پوری کردی اسکی پھر اک کر طبی اقبال نے

آسماں پر چڑھ گیا جوں مہر زورِ علم سے
ساری دنیا کو کیا تسخیر اپنے قلم سے

کُلِ نفسٍ ذائقۃ الموت بھی قانون ہے
اس لئے یہ مرحلہ بھی ان کو کرنا ہی تھا طے

یا خداوند ان کے تو پسماندگاں کو صبر دے
ان کا جو ہمدرد ہو تو نیک اس کو اجر دے

مرقدِ اقبال

از جنابِ محمد اشرف خان صاحب عطاؔ

وہ کہ جسکے دم سے تھیں بزمِ خودی کی رونقیں
واقفِ رازِ خودی تھا عاشقِ نامِ رسول

جس نے ملت کے دلوں میں بھر دیا سوزِ بلالؓ
جس نے ملت کو سکھائے زندہ رہنے کے اصول

جس نے ضربِ کلیم سے توڑا تھا طلسمِ رنگ و بو
جس کو عالمگیر انسانی اخوت تھی قبول

جس نے قلبِ سینہ میں پھونکا تھا صورِ انقلاب
جسکا دل تھا قیصریت کے مظالم پر ملول

وہ قلندر جس نے مشرق سے کہا بیدار شو
جس نے ملت سے کہا تقلیدِ مغرب ہے فضول

وہ قلندر جس نے افشا کر دیا سرِ حیات
آج اسکی قبر پر ہے رحمتِ حق کا نزول

میں نے کل شب خواب میں دیکھا یہ نظارہ عجیب
عرفی و رومی و خاقانی کھڑے تھے سب ملول

کہہ رہے تھے مرقدِ اقبال پر مولائے روم
ترکِ خوابِ عیش کن اے واقفِ رمزِ رسول

از حمیدہ خاتون صاحبہ فرحت

آہ شاعرِ مشرق

آہ اے اقبال اے ملکِ سخن کے تاجدار — تیرے غم میں آج سارا ہند ہے ماتم گسار
مضطرب تیری جدائی سے ہے روم و ایشیا — شاعرِ مشرق ہمارے درمیاں سے اُٹھ گیا
تیری ہستی ملک و ملت کیلئے تھی آفتاب — تیری شمعِ زندگی سے ہند و ایراں فیضیاب
دے گیا درسِ حیات تو تیرا رنگین کلام — زندگی افروزِ ملت کے لئے تیرا پیام
تو نے ہی ہندی غلاموں کو دیا درسِ خودی — قلب فرحت کو کیا کیف آشنائے بیخودی

تیری ہستی ہوگئی دنیا کی نظروں میں نہاں
ہوگئی حاصل تجھے لیکن حیاتِ جاوداں

از جناب محمد شریف حسین صاحب

شاعرِ اسلام

شاعرِ اسلام اے اقبال مردِ باصفا — بارشِ انوارِ حق تربت پہ ہو تری سدا
افتخارِ ایشیا اے نازشِ ہندوستاں — کم ہے تجھ پہ فخر جتنا بھی کرے سارا جہاں
اے کہ تیرے دم سے بھی تازہ بہارِ زندگی — تیرے اشکِ خون سے رنگین لالہ زارِ زندگی
اے فدائے حریت اے قافلہ سالارِ قوم — ناخدائے کشتیٔ اسلام اے غمخوارِ قوم

تیرے جانے سے سب امیدوں پہ پانی پھر گیا
آخرِ شب اوج سے اپنا ستارا گر گیا

نوحۂ غم

از جناب خلیق صاحب قریشی

پھر حشر اٹھانے پہ تلا چرخِ کہن آج
اور آ گئی پھر دفترِ قسمت پہ شکن آج

پھر سینۂ اسلام ہوا زخموں سے چھلنی
پھر چرخِ ستمگار ہوا تیر فگن آج

صد حیف کہ اقبال جدا ہو گئے ہم سے
افسوس! کہ بے یار ہوا نخلِ وطن آج

اس رنج میں بے نور ہوئے دیدۂ نرگس
اور شعلۂ جاں سوز بنی بوئے سمن آج

رخصت ہوا محفل سے وہ اسلام کا فرزند
جس کیلئے ماتم میں ہیں ہند و ختن آج

جس بلبلِ ہندی کا ترنم تھا حجازی
اس بلبلِ خوش لحن سے خالی ہے چمن آج

جس مردِ قلندر نے کیا سرِّ خودی فاش
افسوس! کہ خاموش ہے وہ زیرِ کفن آج

جس پھول سے وابستہ تھیں ملت کی امیدیں
وہ پھول ہوا صرفۂ تاراجِ چمن آج

تاریک و سیہ پوش ہوا مطلعِ امید
ڈوبا افقِ ہند سے اسلام کا خورشید

اقبال اور سرزمینِ پنجاب

از جناب بسمل صاحب دہلوی

لٹ گیا تیری تخیل آفرینی کا شباب
خون کے دانے اگل اے سرزمینِ پنج آب

بے خودی اب کس کو بخشے گی خمارِ معنوی
اڑ گئی تیری صراحی سے خرد پرور شراب

شعریت کا نورِ جاں افروز برسائیگا کون
کون اب فطرت کے چہرے سے اٹھائیگا نقاب

بجھ گیا تیری فضیلت کا وہ ضو افگن چراغ
آسماں پر ڈھونڈتا پھرتا ہے جس کو آفتاب

لے گئیں حوریں اٹھا کر اس پریشاں حال کو

تو ہی کیا اک دنیا روتی ہے ترے اقبال کو

لیکن اے بدبخت ہے تو ناشناس التفات
کس طرح کرتا تری آغوش میں وہ دن رات

ان سنی کرتی تھی تو اقبال کی بانگ درا
لے کے آیا تھا وہ تیرے نام پیغام حیات

ترک کی پھر بھی نہ تو نے بے حسی و مُردہ دلی
راکھ سمجھاتا رہا وہ زندگانی کے نکات

ظلمتوں میں دیکھتا تھا وہ تجلائے قلوب
اُس کا ہر انداز تھا گرویدۂ حلِ مشکلات

وہ تیری تقریب ہمت سوز میں شامل نہ تھا
تیرا گلشن اُس بلا آہنگ کے قابل نہ تھا

اب تو کہتی ہے دلِ بےحس کو گرمائیگا کون
رُعب سُلطانی کو اپنے در سے ٹھکرائیگا کون

ہوگا اسرار خُودی کا مخزن اب کِس کا کلام
گیسوئے اُردو اب اے اقبال! سلجھائیگا کون

کون اب پہنچائیگا پیغام بال جبریل
جامۂ نو کہنہ ترکیبوں کو پہنائیگا کون

کون اب دیگا زمانہ کو غم ضربِ کلیم
رُوح خوابیدہ کو اب سینہ میں تڑپائیگا کون

تو رموزِ بےخودی کا آئینہ بردار تھا
اس گلستاں کو ترا گریہ ابھی درکار تھا

اقبال

از جناب مولانا ماہر القادری صاحب

دلوں کی وادیوں میں پھول برساتا ہوا آیا
حجازی لے میں نغمۂ ہند کا گاتا ہوا آیا!

کہا لبیک اُس کے شعر پر کلیوں نے ہنس ہنس کر
نسیمِ صبح کی مانند اٹھلاتا ہوا آیا!

وہ شاعر جسکے نطقِ شعر کا احساں ہے اُردو پر
ادب کی زلف ژولیدہ کو سلجھاتا ہوا آیا

جو باتیں رہ گئی تھیں فکرِ عطار و سنائی سے
انہی باتوں کی وہ تکمیل فرماتا ہوا آیا

شرابِ ساقیِ رومی سے بدمستِ خودی ہو کر
فضائے ہند پر اک کیف برساتا ہوا آیا

نظر آزاد، دل بیباک، فکر و ذہن بے پایاں
خودی کے پرچمِ رنگیں کو لہراتا ہوا آیا

قلندر کی زباں میں اس نے دی تعلیم آزادی
مجاہد کی طرح تلوار چمکاتا ہوا آیا!

خرد کی مصلحت اندیشیوں کو اُس نے ٹھکرایا
جنونِ عشق کے اسرار سمجھاتا ہوا آیا

کہا اُس نے کہ ہے عجزِ غلامی موت انساں کی
وہ سینوں میں خُودی کی آگ بھڑکاتا ہوا آیا

کہا اُس نے کہ ہے امیری بے غیرتی ہو نہیں سکتی
وہ جبر و ظلم کی طاقت کو ٹھکراتا ہوا آیا

خدا بندے سے خُود پُوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
وہ ان اسرار کو شعروں میں سمجھاتا ہوا آیا

وہ شاعر، مردِ خود آگاہ، تہذیبِ فرنگی کو
حجازی تیغ کا آئینہ دکھلاتا ہوا آیا

کلیمی ضرب کی تاثیر تھی اس کے تکلم میں
وہ ہر فرعون کی قوت سے ٹکراتا ہوا آیا

ہوا نازل زمینِ ہند پر بانگِ درا بن کر
وہ آیا اور ہر سوتے کو چونکاتا ہوا آیا

کہا اُس نے مسلماں موت سے ڈرتا نہیں ہرگز
فسانہ حضرتِ ٹیپو کا دہراتا ہوا آیا

وہ دل جو برف کے ٹکڑوں سے بھی بڑھ کر فسردہ تھے
وہ اُن کو بادۂ الفت سے گرماتا ہوا آیا

جبیں میں اسکی رخشاں تھا جلالِ شانِ فاروقی
غلامی کی فضا میں گرچہ شرماتا ہوا آیا

دیا پیغام اسلامی اخوت کا زمانہ کو
جہاں میں زندگی کی روح دوڑاتا ہوا آیا

وہ آتش جسکے سینہ میں تھی گرمیِ سوزِ طارق کی
اُسی سے دل کی خاکستر کو گرماتا ہوا آیا

دیا تھا جو پیامِ زندگی نُطقِ محمد نے
اسی پیغام کو اقبال دہراتا ہوا آیا

از حاجی نبی احمد صاحب — بمبئی

آہ ڈاکٹر اقبال

موت، دائن موت، یہ تیری ستم آرائیاں — چاہتی ہے تو کہ ہے باقی نہ ہستی کا نشاں
کارواں کیا، ڈس گئی تو کارواں سالار کو — کوئی سمجھا ہی نہیں تیرے اصولِ کار کو
دیکھ کر تیری غلط کاری بھُکا جاتا ہے دِل — صدمہ بے انتہا سے خود بجُھا جاتا ہے دل
ہے مُسلّم فرض تیرا، مانتا ہُوں میں اسے — موت ہر عنواں ہے برحق جانتا ہوں میں اسے
ہاں مگر طرزِ عمل تیرا مجُھے بھاتا نہیں — سوچتا ہوں تجھے کچھ رحم کیوں آتا نہیں
کردیا ہر گوہرِ نایاب کو تو نے تباہ — اپنی حد سے بڑھ چکا ہے تیرا ظلمِ بے پناہ
چن لئے سب ماہ پارے ہند کی آغوش سے — کیوں شکایت ہو نہ تیری فطرتِ خاموش سے

موت اور اقبال کی! واحسرتا واحسرتا
کچھ بتا اے کردگارِ زندگی یہ کیا ہوا

اللہ اللہ شاعرِ مشرق کی مرگِ ناگہاں — ہے یہ چرچا عام، سونا ہو گیا ہندوستاں
دفعتاً صبحِ مسرت پہ اندھیرا چھا گیا — زندگی کیسی کہ اب جینے سے دل گھبرا گیا
ہے زمین و آسمان پہ مُردنی چھائی ہوئی — اک قیامت ہے نئے انداز سے آئی ہوئی

موت نے اقبال کی مغموم و مضطر کر دیا!
گوشے گوشے کو جہاں کے رنج و غم سے بھر دیا

از محترمہ سیدہ شہزادی بیگم صاحبہ — رحمت حیدرآباد دکن

"آہ" اقبال

آہ اے اقبال! اے ہندوستاں کے آفتاب — اے مسیحِ عہدِ حاضر، اے حکیمِ انقلاب

اے کہ تیری شاعری عقدہ کشائے زندگی
ایکہ تیرا ہر تکلم، دعوتِ صد اضطراب

ذرّے ذرّے کو تبایا تو نے رازِ کسبِ نور
خاک کو تو نے بنایا محرمِ صد آفتاب

ہند کے غفلت کدہ میں رُوحِ مسلم جاگ اُٹھی
تو نے چھیڑا اسطرح سے عہدِ رفتہ کا رباب

رونقِ تہذیبِ حاضر تیرے آگے سرنگوں
عظمتِ دیرینۂ مُسلم کا تنہا تو جواب

شاعرانِ وقت کے دل ہی سے اسکو پُوچھئے
تو ہُوا ہے شعر کی دُنیا میں کِتنا کامیاب

تیری رگ رگ میں تھی سوزِ دردِ مسلم کی تڑپ
تیری ساری زندگی تھی اضطراب و اضطراب

تیری رحلت سے ہُوا مسلم کا نقصانِ عظیم
اب بتائے کون اہلِ خواب کو تعبیرِ خواب

کیا بتائیں اک ہو تیرے کیا حال ہے
جیسے لٹ جائے کسی کی دولتِ حسن و شباب

پھول ہُوں کیسے شگفتہ جب چلی جائے بہار
ذرّوں میں کیا نور ہو جب چھپ گیا ہو آفتاب

اے بہارِ تازہ تزئینِ گلستاں تجھ سے تھی
شمعِ مُسلم بزمِ ہستی میں فروزاں تجھ سے تھی

بجھ گئی مشعل ہے وہ، مہتاب جسکی ضیا
محفلِ علم و معانی پر اندھیرا چھا گیا

شورِ ماتم مشرق سے تا غرب عالمگیر ہے
دیکھئے جس کو وہی آزردہ و دلگیر ہے

انقلاب ایسا نگاہِ شوق نے دیکھا نہ تھا
حادثہ ایسا بھی ہو سکتا ہے میں سمجھا نہ تھا

نغمۂ غم پھوٹ نکلا بربطِ اُمید سے
ہو گئی محروم دُنیا علم کے خورشید سے

شاعرِ اسلام اے اقبال اے جادو بیاں
اے مفکّر اے مبصر زندگی کے ترجماں

تیرے اندازِ تکلم کا نہیں کوئی جواب
تو نے روشن کر دیا انسانیت کا آفتاب

تیرے نغموں سے منوّر ہو گئی دُنیا تمام
تو نے بدلا نقشۂ ہستی کا فرسودہ نظام

چن کے کچھ لعل وگہر میخانہ الہام سے
کر دیا واقف جہاں کو عظمتِ اسلام سے

پارہ پارہ بزدلی کی رسم باطل کو کیا
جلوہ گر تاریکیوں سے نورِ منزل کو کیا

قومیت کے ساز کو چھیڑا کچھ اس انداز سے
اُٹھ گئے پردے فریبِ قیصری کے راز سے

چھیڑ کر پیغام جمہوری حجازی ساز پر
مسلمِ ہندی کو لایا مرکزِ ممتاز پر

جذبہ حبِ وطن کو جلوہ آرا کر دیا
تیرہ و تاریک ذرہ کو ستارا کر دیا

تیرے احسانات اے اقبال لاتعداد ہیں
تیرے نغمے نوجوانانِ وطن کو یاد ہیں

تیرا "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" ہیں وہ یادگار
جن سے ملت کو ہوا حاصل فروغ بیشمار

وہ تری "بانگِ درا" وہ درسِ "اسرارِ خودی"
جن کے اک اک لفظ میں ہے زندگی ہی زندگی

"بالِ جبریل" اور وہ مجموعہ "ضربِ کلیم"
کر رہے ہیں دہر کو آگاہِ راہِ مستقیم

داستانِ کہنہ کو تو نے دیا رنگ جدید
کون کر سکتا تھا اس انداز سے قطع و برید

تو نہیں باقی مگر زندہ ترا پیغام ہے
تیرے درسِ حریت کا اب بھی شہرہ عام ہے

تا ابد باقی رہے گی گونج تیرے نام کی!
حشر تک دنیا کریگی قدر تیرے کام کی

محو تجھ کو عالمِ ایجاد کر سکتا نہیں
یعنی تو ہے زندہ جاوید مر سکتا نہیں

ہو گیا ہے ترجمانِ ملتِ بیضا خموش

از جناب خواجہ عظیم الدین عظیم لکھنؤی

ارتقائے آدمِ خاکی کی ہے تمہید موت
زندگی فانی ہے اور ہے زندہ جاوید موت

ظلمتِ شب میں مسافر کیلئے خورشید موت
کائناتِ دہر کے آرام کی تردید موت

موت سازِ زندگی کا نغمۂ خاموش ہے
انجلائے روح بنکے روح میں روپوش ہے

دیدۂ ہستی ہے ظاہر میں حقیقت بیں نہیں
حادثاتِ غم پہ خاموشی سزا آئیں نہیں
کتنی احوالِ جانِ مضطر و غمگیں نہیں
اب کسی پہلو دلِ مجروح کو تسکین نہیں

ابرِ رحمت دامن از گلزارِ من برچید و رفت
اندکے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت

غرق خوں کر دے مجھے اے دیدۂ خونناب بار
کیفِ غم نے کھو دیا ہے زندگی کا اعتبار
ہر نفس سینے میں گیا ہے ایک تیغِ آبدار
دامنِ امیدِ ملت ہو گیا ہے تار تار

ہو گیا ہے ترجمانِ ملتِ بیضا خموش
جسکے ہنگاموں سے تھی بزمِ جہاں حیرت فروش

کون چھیڑیگا محبت آفریں نغموں کا ساز
کون سمجھائیگا ہم کو فطرتِ ہستی کا راز
گرمئ گفتار سے اب کسکی ہونگے دل گداز
کس کے اندازِ تکلم پر کرے گا دہر ناز

رحلتِ اقبال سے سارا جہاں ماتم میں ہے
یہ زمیں ماتم میں ہے یہ آسماں ماتم میں ہے

اقبال

از محمد سلیمان صاحب — بیدارؔ بنگلوری

خورشیدِ علم و حکمت غائب ہوا کہاں ہے
دنیائے شعر و فن میں تاریکئ زماں ہے
برپا ہوئی قیامت نالہ کناں جہاں ہے
ہے غمزدہ اک عالم برباد خانداں ہے
کوہِ ہمالیہ یک گر پڑا ہے سروں پر
قوم آفتوں میں گھر کر مجبور خستہ جاں ہے

اک تہلکہ مچا ہے محشر بپا ہوا ہے / رنج و غم و الم کا ہر جا پہ سو سماں ہے
علامۂ زمانہ شاعر ادیب و مصلح / صوفی فلسفی مفکر اقبال اب کہاں ہے
مایوس ادب کی دنیا ہے سرنگوں و غمگیں / سر شیخ محمد اقبال اب اہلِ جناں ہے
اک ہند ہی نہیں ہے اسلامی ساری دنیا / اظہار رنج و غم میں شامل بہ یک زباں ہے
دونوں سہیلیوں کا ہے اک لباس ماتم / ہے سوگوار فارس ہند کی زباں ہے
کل ارض ہند پر ہے اک مُردنی سی چھائی / اُف مادرِ وطن کی نکلی ہوئی سی جاں ہے
اس صدمۂ عظیم اور جانکاہ حادثہ سے / ناقابلِ تلافی نقصانِ نوجوان ہے
لیکن رہیگا زندہ اقبال نامِ نامی / تاحشر کلیاتِ اقبال دُر فشاں ہے
حق مغفرت کرے اور نعم البدل عطا ہو / رب سے دلی دعائے ہر ہند و جہاں ہے

پس ماندگوں کو یارب صبرِ جمیل عطا ہو
ازلیں دعائیہ یہ پروانہ اک بیاں ہے

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ

نتیجۂ مولانا احمد نعیم قاسمی

پلک جھپکنے میں کیا ہو گئی ہے بزمِ سرود / کہ ایک نالۂ غمگیں ہے نغمۂ داؤد
اسیر بیٹھتے ہیں فکر غم میں سر چھپائے ہوئے / قبائے فقر کی بھی آستیں ہے خون آلود
ہے کس کے غم میں حزیں دو جہاں کی تنہائی / افق سے جھانک رہا ہے کسے سپہر کبود
یہ کس کے درد سے تارے فلک پہ کانپتے ہیں / یہ کسکی یاد میں گم ہے ہر اک شے کا وجود؟
یہ کس کے در پہ اترتے ہیں پے بہ پے قدسی / نگاہِ محوِ تجسس، زباں بحرفِ درود؟
یہ کس نے توڑ دیا ربطِ حیات کا تار؟

یہ بن رہا ہے دلِ کہکشاں میں کس کا فراز؟

چلی تو تھی چمنستاں میں میرے بادِ مراد　　ہزار حیف کہ تھا گھات میں مگر صیاد

ابھی تو ضبط کا پہلا سبق تھا وردِ زباں　　ابھی تو کُل ہی کیا تھا یہ دشتِ خشک آباد

جگر سے اُٹھنے لگا شیون و بکا کا شور　　میں کہہ رہا تھا مسرت کے زمزمے ایجاد

یہ کس کے نور سے پُرنور ہے بساطِ فلک　　یہ کس کو ڈھونڈ رہے ہیں مدینہ و بغداد؟

لحد میں کانپ اُٹھی خاکِ رومیؒ و حافظؒ　　لرز کے سہم گئی روحِ مانی و بہزاد

فضائے تیرہ میں یہ گونجتا ہے کس کا نام؟

یہ کس کو دستِ اجل سے ملی حیاتِ دوام؟

جہانِ شعر کا پروردگار تھا نہ رہا!　　وہ اِک قلندرِ عالی وقار تھا نہ رہا

وہ عقل و عشق کے اسرار کا تھا گنجینہ　　وہ میکدے میں اک ہوشیار تھا نہ رہا

وہ ایک رندِ بلانوش جل بہا ہیات　　وہ ایک عابدِ شب زندہ دار تھا نہ رہا

اڑا دو راکھ فضا میں غرورِ ملت کی　　کہ اس میں ایک جو باقی شرار تھا نہ رہا

وہ ایک فقیر وہ اک صاحبِ جلال و کمال　　وہ ایک سادہ دل و پختہ کار تھا نہ رہا

بتایا جس نے مسلمان کو عشق کا مفہوم

مجاہدوں کی ہے تقدیر بے نیازِ نجوم

اسی کے دم سے تھی باقی قلندری کی شان　　قلندری میں نمایاں سکندری کی شان

اسی کے دم سے قلم کا وقار باقی تھا　　قلم کی نوک میں شمشیرِ حیدری کی شان

اسی کے خامے نے ہندوستاں کو دکھلائی　　خدا خدا کی بلندی ہری ہری کی شان

میں کیا بتاؤں کہ کیا شے تھا اس کا فقرِ غیور　　کہ بے زری میں تھی پیدا تونگری کی شان

اُسی سے زندہ تھا اندازِ غالبؔ و رومیؔ — اسی کے دم سے تھی مشرق کی شاعری کی شان

اُسی نے فاش کیا رازِ زندگانی کا
غرور توڑ دیا دہرِ آسمانی کا

کبھی نہ بھولوں گا میں حرفِ محرمانہ ترا — "خودی تری ہے، تو دنیا تری، زمانہ ترا"
نگاہیں کانپ اُٹھیں اور فلک کو چیر گئیں — پڑا جو غیرتِ ملت پہ تازیانہ ترا
وہ فقر فقر ہے جسمیں ہو قوتوں کا پیام — سکھا گیا یہ سبق سوزِ عارفانہ ترا
پھر اس سبق میں حقیقت کا رنگ بھرنے کو — قلندری میں تھا اندازِ خسروانہ ترا
وہ خاکِ پاک، وہ جنت وہ خطۂ لاہور — رہا ہے جسکی فضاؤں میں آشیانہ ترا

میں اُسکی گرد پہ سجدے لٹانے آؤں گا
اور آگے سنگِ لحد تیرا چوم جاؤں گا

تو کیا گیا ہے کہ کون و مکاں میں دم نہ رہا — ربابِ دل کی نواؤں میں زیر و بم نہ رہا
یہ ایک غم کہ تجھے پھر نہ مل سکوں گا کبھی — اس ایک غم سے میسر دلیں کوئی غم نہ رہا
میں رو رہا ہوں مگر خشک ہیں مری آنکھیں — کہ روتے روتے مرے آنسوؤں میں نم نہ رہا
میں جانتا ہوں کہ فانی ہیں زندگی کے نقوش — میں جانتا ہوں کہ دارا سدھارا جم نہ رہا
مگر مری تو خدا سے یہی شکایت ہے — مرے لئے تیرے دربار میں کرم نہ رہا؟

کرم کئے تھے تو اب ان کے مجھ سے دم نہ لے
الٰہی! اپنے غلاموں سے انتقام نہ لے

مگر اجل ہی حقیقت میں ہے خدا کی دلیل — اسی نقاب میں ہے پیکرِ جلیل و جمیل
دراصل موت بھی منزل ہے زندگانی کی — کہ جیسے دشت میں کچھ دور ہو ہجومِ نخیل

کسے خبر ہو ترے بازؤں کی قوت کی
جو پتھروں میں گھس جاتے تیری تیغ اصیل

کہیں جہاں میں ان کا نشاں نہ مل سکتا
اگر نہ بحر میں گرتے فرات و دجلہ و نیل

ہمیں دلوں کو دکھاتی پرائی جائے قیام
نئے جہاں دکھاتا ہے جب پیام جمیل

کہاں ہے شوکت جم اور نغمۂ خسرو؟
ابھی تو دیکھا تھا اور اب کدھر گیا مہ نو؟

مرا خیال کہاں، تیری بارگاہ کہاں
ترا مقام کہاں، اور میری نگاہ کہاں

جو تیر چھڑ کے لگے تو کنم عدم کو لرزا دے
مرے تپا ذہیں، وہ سیل بے پناہ کہاں

حریم خلد میں اقبال نغمہ پیرا ہے
بھٹک رہا ہے مرا سوز کم نگاہ کہاں

تو خود ہی اپنے لئے راہ صاف کرتا گیا
مری دعائیں کہاں، تیری بارگاہ کہاں

تجھے تو منزل مقصود کا پتہ ہوگا
بتا کہ جائیں ہم آوارگان راہ کہاں

ترے مزار پہ سایہ ہو دست یزداں کا
تو اک مصلح اعظم تھا نوع انساں کا

مرثیہ اقبال

از علی محمد خان صاحب بی اے

غمزدہ کیوں آج ہے ملت کا ہر پیر و جواں
انکے چہروں سے عیاں ہے آج کیوں غم کے نشاں

کیا مصیبت ہے کہ آنکھیں غم کی ہیں تیغ فشاں
سر بسر ماتم کدہ سا بن گیا ہندوستاں

آج آنکھیں ڈھونڈتی ہیں کسکو اور باقی نہیں
منتظر ہیں کان لیکن وہ صدا آتی نہیں

آہ اے اقبال اے نور نگاہ ایشیا
اہل مشرق کے لئے تو مایۂ صد ناز تھا

تیری ہستی سر بسر تھی مظہر فضل خدا
حق کا یہ انعام تھا موجود ہم میں تو جو تھا

کیوں شہوں غم میں تیرے افرادِ ملت سوگواز
تیرا مرنا قوم کے حق میں ہے قہر کردگار

ایک عرصہ ہوگیا جب سے حکومت مٹ چکی
شان و شوکت ہو چکی اپنی سطوت مٹ چکی

زہد تقوٰی گم ہوا روح عبادت مٹ چکی
آن بھی جاتی رہی رحم و شجاعت مٹ چکی

باعث صد فخر تھا اپنے لئے تیرا کمال
تو چھپا زیر زمیں ہم ہو گئے ہیں پائمال

تو ہے باغِ خلد میں اسوقت مصروف خرام
پیر رومی سے بصد شوق و محبت ہم کلام

ساقی فردوس دینگے بادۂ کوثر کے جام
واں جمالِ مصطفٰے کا گرچہ ہے نظارہ عام

اک نظر لیکن ہماری خانہ ویرانی بھی دیکھ
احتیاج رہنمائی اور پریشانی بھی دیکھ

نوحہ اقبال

از جناب مخدوم محمد اجمل صاحب

کیوں روئیں نہ ہم آج فغاں ساز نہ ہوں کیوں؟
غم ہائے زمانہ پہ ہوا ایک غم افزوں

کیوں آنکھ سے بہ جائے ہماری نہ یم خوں!
پھر خندہ کناں آج ہوا ہم پہ یہ گردوں

ہاں روٹھ گیا ہم سے وہ اقبال ہمارا!
اُردو کا خزانہ جو تھا وہ لٹ گیا سارا

وہ دل کہ تھا سیماب کی مانند پریشاں
رگ رگ میں بپا جسکی تھا ایماں کا طوفاں

کھولایا تھا جس سوز نے پھر خون مسلماں
صد حیف! وہ جاں بخشنے والا ہوا بیجاں

اقبال کا پیغام مئے عشق سے سرشار
کرتا رہے گا مومنوں کی مستیاں ہشیار

نوحۂ اقبال

از جناب ناصر صاحب قریشی

آہ! وہ اقبال جو تھا رونق بزم سخن
ذاتِ با برکات تھی جسکی فروغِ انجمن

ہوگیا گل آہ وہ اس بزم کا روشن چراغ
اور اہل ہند کو دیتا گیا فرقت کا داغ

گلشن اسلام میں اب کون ہوگا نغمہ زن
ہائے تجھ بن آج ہے سُونا پڑا سارا چمن

بلبل باغِ سخن اے طوطیٔ ہندوستاں
آج تیرے غم میں ہے ہندوستاں نوحہ کناں

تو ہے باغ جناں میں ہے یہ ناصر کی دُعا
نیر اقبال چمکے اب تیرے جاوید کا

آزادی کا شیدا چل بسا

از بشیر محمود صاحب بشیر

قوم کا اقبال ملت کا مسیحا چل بسا
ڈاکٹر علامہ سر اقبال دردا چل بسا

تشنہ لب ہی رہ گئے ہیں آہ ارباب سخن
کیا کرے شبنم سخن گوئی کا دریا چل بسا

نقش ہیں دل کے نگیں پر جسکی مدحت کے حروف
آہ وہ مدحت طراز شاہ والا چل بسا

شکوہ و پیغام مشرق کا مصنف ہائے ہائے
وہ رموزِ بے خودی کے لکھنے والا چل بسا

بالِ جبریل کے تعبیر ہوں جسکے نکات
وہ پیام شاعری پہنچانے والا چل بسا

جسکی اک بانگِ درا سے قوم کی آنکھیں کھلیں
بالب خاموش وہ اعجاز فرما چل بسا

عالم بالا کے جو پیغام دیتا تھا ہمیں
اہل دنیا سے تھا مسکن جسکا اونچا چل بسا

ملک کے بیجان بدن میں جس نے پھونکی روح نو
وہ سیاست داں وہ آزادی کا شیدا چل بسا

عشق جس کو کھینچتا تھا اپنے مرکز کی طرف

عالمِ بالا کو وہ محبوب بالا چل بسا

اقبال

از اخگر صاحب

شاعرِ ہندوستاں اے فلسفی نامدار — تیرے دم سے گلشن اشعار میں آئی بہار
کسقدر تھی پُر اثر تیری وہ آہنگ حجاز — پیکرِ ہندوستاں میں بھر دیا سوز و گداز
راستہ تو نے ہدایت کا بتایا قوم کو — پادشاہی کا سلیقہ پھر سکھایا قوم کو

عاقلوں کیواسطے نظمیں تیری عقدہ کُش
غافلوں کیواسطے تیری نوا بانگ درا

آہ! اقبال

از جناب اثر صاحب

ایشیا کا فخر، مشرق کا پیمبر چل بسا — آہ وہ اقبال وہ مردِ قلندر چل بسا
جسکی تابش سے منور تھا جہان شاعری — آسمانِ شعر و حکمت کا وہ خاور چل بسا
گرم تھا دل جس کا سوزِ احمد مختار سے — اجتہاد و صدق و آزادی کا پیکر چل بسا
جس نے پھونکا ملتِ بیضا پہ افسونِ حیات — زندگی جاوداں کا وہ پیمبر چل بسا
ہند کے سارے جواہر جسکے آگے ماند تھے — آہ وہ انمول، وہ لاثانی گوہر چل بسا
عشق تھا جسکی نظر میں ملتوں کی زندگی — وہ محیط عشق و اُلفت کا شناور چل بسا
بام پر جس نے ترقی کے چڑھایا قوم کو! — عہد موجودہ کا وہ بیباک رہبر چل بسا

وہ کہ جسکی ہر نوا تجدید شان رفتہ تھی
سیرت بسطامیؒ و بوذرؓ کا مظہر چل بسا

اقبال

از سعید صاحب — نارنجی قادری

تیرے پیرو ہیں جہاں میں کامیاب زندگی — تیرے دم سے ہے ضیائے آفتابِ زندگی
تو نے قوموں کو دیا درسِ نصابِ زندگی — تیرا نصب العین ہے شرحِ کتابِ زندگی

قوم کا گنجِ گراں مایہ سے دامن بھر دیا
یعنی علم و فضل سے اس کو مشرف کر دیا

اقبال

از جناب نثار احمد صاحب — [illegible]

سرد ہے جوشِ عمل۔ افسردگی ہر دل میں ہے — ماتمِ اقبال برپا بزمِ آب و گل میں ہے
کل تلک دیتا تھا اوروں کو جو پیغامِ خروش — آج خود ہنگامہ زارِ زندگی میں ہے خموش
تیرے دم سے گرم تھا ہنگامہ شعر و سخن — جز ترے سُونی پڑی ہے بزمِ دنیائے کہن
سطوتِ اسلام کی کھنچیں گے تصویریں بہت — نکتۂ ایماں کی ہونگی اب بھی تفسیریں بہت
شمعِ دل روشن کریگا ظلمتِ ہستی میں کون — زندگی کے راز سمجھائیگا اس بستی میں کون
ہے تری گفتگو سے معمور ساری کائنات — دے رہی تیری خاموشی بھی پیغامِ حیات
تیرے نغموں سے فضاؤں میں ہے پیدا ارتعاش — خود بخود کہتے رہیں گے زندگی کے راز فاش

تجھ کو حاصل ہے دوام اے باغِ جنت کے مکیں
تیرے مرنے کا مگر مجھکو یقین آتا نہیں

از رضا صاحب ہمدانی — سیکریٹری بزم سخن [illegible]

اقبال

مہوشانِ جنتِ الفردوس حورانِ جناں
اپنے یاقوتی لبوں سے آج ہیں گوہر فشاں

آرہا ہے خلد میں وہ شاہِ اقلیمِ سخن
شاعرِ اسلام۔ جانِ ایشیا۔ فخرِ وطن

شکوے سے معمور ہے جسکا ربابِ شاعری
جسکے پرتو سے ہوئی رنگیں شرابِ شاعری

جسکے دم سے غیرتِ جنت ہے گلزارِ خودی
کشف جس نے کر دیئے دنیا پر اسرارِ خودی

قدس والے ترجمانِ حال کہتے ہیں جسے
اور زمیں پر حضرتِ اقبال کہتے ہیں جسے

از ریاض احمد صاحب

یادِ اقبال

دل میں ہے طوفانِ غم آنکھوں سے جاری جوئے خوں
رو رہا ہوں آج اپنی قوم کے اقبال کو

محفلِ ہستی ہے اسکی موت پر ماتم کناں
رو رہا ہے آسماں بھی اس زمیں کے لال کو

وہ کہ تھے جسکی نگاہوں میں زمین و آسماں
اک نئی گردش سکھائی جس نے ماہ و سال کو

آہ! وہ اقبال جو تقدیر کی آواز تھا
حسن کا عاشق تھا جو اور خود سراپا ناز تھا

روحِ تازہ پھونک دی تونے ادب کے جسم میں
شعر کی دنیا میں پیدا کر دیا اک انقلاب

ہونگے پیدا فلسفی بھی صاحبِ افکار بھی
اور نے فطرت سے کرینگے چاک پردے اور حجاب

بتکدے اپنے تخیل کے ہمیں دکھلائیں گے
حسن کی شوخی دکھائیں گے تمنا کا شباب

روزِ استدلال آئیگا کہاں سے شعر میں
اور حقیقت کو کرے گا کون ہم پر بے نقاب

محرمِ رازِ حرم پیدا نہ ہوگا اب کوئی! / اب کسی دل میں نہ ہونگے مضطرب رازِ کتاب
کون اب توحید کے اسرار کو سمجھائے گا / تشنۂ مضراب رہ جائے گا فطرت کا رباب
آہ! اب کس کی نگاہِ لطف کی تعلیم سے / نوجواں یہ ہونگے سوزِ آرزو سے سینہ تاب
راہ کیسے پائیں گے اب وہم کی ظلمات میں / کون اب چمکے گا مشرق پر مثالِ آفتاب
کس کی آہوں میں تلاش اپنا کرینگے ہم نصیب / آئیگا اب آسمان سے کس کے نالوں کا جواب

رازِ ہستی نوجوان کو کون اب سمجھائے گا
کون پھر تا قوم کے جذبوں کو اب سکھلائیگا

غمِ اقبال

از ماسٹر لال دین صاحب شرف

ہر در و دیوار سے حسرت ہی حسرت ہے عیاں / ذرہ ذرہ سارے عالم کا ہے از بس سوگوار
کہہ نہیں سکتے ہیں اپنے دردِ پنہانی کا حال / دل بہا جاتا ہے خوں بنکر قلم ہے اشکبار
عیش و عشرت ہے جہاں کی ہو گیا ہے سرد دل / بے ثباتی سے ہے دنیا کی نہیں دل کو قرار
ہائے ہے کندھوں پہ میت آج سر اقبال کی / جس نے غالب، داغ، حالی کا بڑھایا تھا وقار
تلخیٔ دوراں کے نقشے ہو بہو کھینچے گا کون / کون دکھلائیگا گلزارِ تخیل کی بہار
بلبلِ پنجاب اب ہے اس چمن میں خوش نوا / گلشنِ فردوس کے طائر جہاں ہیں نغمہ بار
شاہِ اقلیمِ سخن اقبال دنیا میں نہیں / لیکن عالم میں کلام اس کا رہیگا یادگار

چاک داماں چشم تر پسماندگان ہیں اے شرف
ذاتِ پاک حق تعالےٰ دے انہیں صبر و قرار

اقبال کے بعد

کون دے گا اب سبق جدت پسندی کا ہمیں
کون سمجھائیگا عقدہ خود بلندی کا ہمیں

کون اب شکوے کہے گا کون دل تڑپائیگا
کون ماضی کے نظارے اب ہمیں دکھلائیگا

کون ہوگا شمع اسلام کا پروانہ آج
کون ہوگا نورِ حق کا عاشق و دیوانہ آج

کون اب تبلائیگا عرب و عجم کی داستاں
کون ہوگا محفلِ دنیا میں ظاہر اور نہاں

چھیڑ دے گا کون اب دل کے شکستہ تار کو
کون سمجھے گا سکوتِ گل کے پنہاں راز کو

ناخدا اب کون ہوگا کشتیِ اسلام کا
کون اب تبلائیگا ہم کو فسانہ شام کا

اقبال کی معیت میں

از فخر صاحب صدیقی [illegible]

اے دلِ افسردہ وہ خوشیوں کا ساماں کیا ہوا
وہ مسرت کا زمانہ چشمِ گریاں کیا ہوا

اب وہ لب پر ہنسی ہے اور نہ وہ دل میں گداز
کیا ہوئی شامِ تمنا، کیا ہوئی صبحِ نیاز

کیوں تبسم کی بجائے آنکھ میں آنسو ہیں اب
اہلِ ہند خاموش اور مغموم کیوں ہر سو ہیں اب

گل مسرت کے کھلے تھے جس دلِ سرشار میں
کیوں نظر آتی ہے ویرانی اسی گلزار میں

باغِ ہندوستان کا کیا وہ باغباں جاتا رہا!
کیا حجاز و ترک کا وہ نوحہ خواں جاتا رہا

مشرقی لے میں حجازی نغمہ اب گائے گا کون
سینۂ ہندوستان کو پھر سے گرمائیگا کون

آرزوئے حریت سے جسکا دل معمور تھا
ہموطن کے رنج سے جو درد و تڑپ رنجور تھا

جس کا دلِ آئینہ تھا عشق و خلوص و لطف کا
جس کی ذات پاک تھی سرچشمۂ صدق و صفا

اب نہ وہ بانگِ درا ہے اور نہ وہ ضربِ کلیم
لے وہ بلبل کے ہیں نغمے نے وہ آوارہ نسیم

ہم بھلا سکتے نہیں دل سے ترے اذکار کو
تا قیامِ دہر گائیں گے ترے اشعار کو

خُلد میں بھی دھیان اے اقبال رکھنا ہند کا
پھر سُنانا داورِ محشر کو قصہ ہند کا

اقبال

از مولانا نظر صاحب بزمی

اقبال اے سپہر بلاغت کے آفتاب
ہوگا نہ کوئی ملک سخن میں ترا جواب

پل کر ہوا جواں ترے آغوش فکر میں
کہتے ہیں جسکو اہل جہاں جوش انقلاب

تونے اٹھا کے پردۂ فطرت دکھا دیا!
دریا میں دشت دشت کے آغوش میں سراب

تیرا دماغ مطلعِ خورشیدِ معرفت
تیرا خیال علم و حقیقت کا ماہتاب

جس سے تھے مست بادہ کشانِ حنین و بدر
تونے پلائی شعر کے ساغر سے وہ شراب

تعبیرِ حسن کو ڈھونڈتی پھرتی ہے چار سُو
تونے دکھا دیا وہ نئی زندگی کا خواب

کتنی حیات بخش ہے تیری نوائے شوق!
پیرِ جہاں نے چھیڑ دیا نغمۂ شباب

ڈالا تھا اہل غرب نے جو عقلِ ہند پر
تیرے شرر نے پھونکا غلامی کا وہ حجاب

تونے بتائی قوم کو تدبیرِ زندگی!
پھیلی ترے کلام سے تنویرِ زندگی!

اقبال جزو و کل کا تفرق دکھا گیا
قطرے میں بحر ذرے میں صحرا دکھا گیا

مانندِ ابرِ فیض گلستانِ ہند پر!
برسا برس کے غنچۂ وحدت کھلا گیا

آیا تھا لیکے خلد سے پیغامِ زندگی — پیغام دے کے خلد کو واپس چلا گیا
سازِ حیات چھیڑ کے مضرابِ عشق سے — نغموں میں دردِ دل کی کہانی سُنا گیا
وہ سحر پُر اثر جسے کہتے ہیں لوگ شعر — اس سحر سے وہ رازِ دو عالم بتا گیا
سوئی پڑی تھی قوم ہلاکت کی نیند میں — ہنگامۂ حیات عمل سے جگا گیا
شامِ سیاہ ہند میں جس سے تھی روشنی — دستِ اجل وہ شمعِ منور بجھا گیا
اے شاہِ شاعرانِ زمانہ تیرا وصال — بزمِ سخن کو محفلِ ماتم بنا گیا!

لیکن تیرے کلام سے زندہ ہے تیرا نام
جاری ہے حشر تک ترا دریائے فیضِ عام

آہنگِ فنا

از رضا حسین صاحب ہمدانی

الاماں از جفائے چرخِ کہن — چاک ہے جس سے صبر کا دامن
ہاتھ سے اس کے کس کو راحت ہے — جس کو دیکھا وہی اسیرِ محن
راکبِ توسنِ ہوائی ہے! — روند ڈالے ہزار ہا گلشن!
خنجرِ ماہِ نو سے کاٹتا ہے — ہر امیر و فقیر کی گردن!
اس کے جور و ستم نے وا اسفا — ہم سے چھینا ہے کردگارِ سخن
قلبِ شاہیں کو چھیدنے والا — دلِ یزداں کو کُریدنے والا
دستِ ظلم و ستم سے ظالم نے — ہند کا افتخار چھین لیا

جس کے سینے میں درد ملت کا
ہم سے وہ غمگسار چھین لیا۔

اقبال

از جناب مخلص صاحب ... پوری

اے زعیم اے فلسفی نامدار — تیرے اندازِ تکلم کے نثار
وصف تیرا اور میں کج مج زباں — اے کہ تو ہے شاعرِ معجز بیاں

ہاں مگر تجھ سے عقیدت ہے مجھے
ذکر تیرا وجہِ راحت ہے مجھے

نوحۂ جانسوز در فراقِ اقبال

از جناب فضل محمد صاحب فضل ... جری

اے شناسائے حقیقت واقفِ رازِ کہن — بلبلِ باغِ فصاحت، رونقِ صد انجمن
طفلِ حریت، سبق آموزِ اسرارِ خودی — بحرِ مواجِ خودی، ابرِ گہر بارِ خودی
زینتِ اسلام، نازِ ہند، فخرِ ایشیا — رہبرِ فرزانہ، خود دار و غیور و بے ریا
شاعرِ یکتا، مفکر، فلسفی و منطقی! — راز دارِ سوز و سازِ مولوی معنوی
علم کا جھنڈا معاً مکتب کے در سے اٹھ گیا — شور ہے چاروں طرف اقبال سر سے اٹھ گیا
گلشنِ اسلام پر غم کی گھٹائیں چھا گئیں — روتے روتے بلبل و نرگس کی آنکھیں آ گئیں
حالی مرحوم کی فرقت کا غم بھولے نہ تھے — ہم خزاں دیدہ ابھی اے باغباں پھولے نہ تھے
وائے قسمت رفتہ رفتہ تو بھی رخصت ہو گیا — قوم کا اقبال کیوں بیدار ہو کر سو گیا
دل نہیں پتھر ہے جس میں جوشِ خوں باقی نہ ہو — بزم کیا وہ بزم ہے جس بزم میں ساقی نہ ہو

تیری آنکھیں خونفشاں رہتی تھیں کس کی یاد میں — درد کیوں اے وہ رہ کے اٹھتا تھا دلِ ناشاد میں

قوم کے ادبار کا غم تجھ کو دامن گیر تھا — ترکشِ اسلام کا تو آخری اک تیر تھا
امتِ مرحوم کے غم میں سدا روتا رہا — پیچ و خم کھاتا رہا جانِ حزیں کھوتا رہا
کس سے اب جا کر سنیں گے عہدِ رفتہ کا سرود — کون ساحر روح کو بخشے گا اب ذوقِ نمود
خون کے ٹکڑوں سے نخلِ عشق کو پائیگا کون — شعریت کو نور کے سانچے میں اب ڈھالیگا کون
کون اب آنسو بہائیگا محمدؐ کے لئے ! — کون اب موتی لٹائے گا محمدؐ کے لئے
کون پھر ہم کو پلائے گا شرابِ زندگی — کون پھر چھیڑے گا اب تارِ ربابِ زندگی
گلشنِ ہستی میں تجھ سا باوفا کوئی نہیں — آہ اے اقبال! تیرا ہمنوا کوئی نہیں
آرزوئیں تشنۂ تکمیل ہیں تیرے بغیر — دیدہ ہائے شوق رودِ نیل ہیں تیرے بغیر
رات کو وہ تیرا شوقِ خلوت آرائی کہاں — انجمن میں دن کو تیری نغمہ پیرائی کہاں

قلب تیرا خوفِ غیر اللہ سے تھا بے نیاز — ہر گھڑی بیتاب رکھتا تھا تجھے عشقِ حجاز
ولولے وہ جوش وہ جرأت وہ بیباکی تری — عالمِ خاکی میں وہ پروازِ افلاکی تری
تیری لے میں صورِ اسرافیل کی آواز ہے — فکرِ عالی میں نہاں جبریل کی پرواز ہے
موت پر یہ مسکراہٹ کی ادائے دل نشیں — آفریں اے مردِ مومن آفریں صد آفریں
کر گیا سرمست تجھ کو بیخودی کے جام سے — آگ سی تن میں لگا دی بادۂ گلفام سے
یہ نہیں حسرت کہ جی بھر کے تجھے دیکھا نہیں — پر یہ حسرت ہے کہ وہ باتیں نہ تجھ سے ہو سکیں
فضل کیوں نازاں نہ ہو لاہور کی یہ سرزمیں — جس کی زینت خاتمِ علم و ادب کا تھا نگیں
سجدہ گاہِ شاہِ عالمگیر کے سائے تلے — ہم سے چھپ کر لے رہا ہے خواب شیریں کے مزے

اے رضا کار محمدؐ! پیکرِ مہر و وفا — اے فقیرِ نکتہ بیں! شاہِ سخن مردِ صفا
ابرِ رحمت تیری تربت پر سدا چھاتے رہیں — باغِ جنت سے فرشتے پھول برساتے رہیں

تیری خاموشی لحد میں ہمنوائے ساز ہے
موت کے پردے میں پنہاں زندگی کا راز ہے

یادِ اقبال

از جناب صالح محمد صاحب سائح تونسوی

روئے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوننابہ بار — اُٹھ گیا دُنیا سے وہ دینِ حجازی کا وقار
ملتِ بیضا کا سالار وہ جس کے دل میں تھا — آفتابِ سوزِ ملت جسکی آب و گل میں تھا
جس کی آہوں نے شرر آباد سینے کر دیئے — سینۂ بے سوزِ لالہ میں شرارے بھر دیئے
جسکے سوزِ دل نے بخشیں قطروں کو تابانیاں — تودہ ہائے منجمد میں بھر گئیں جولانیاں
جس نے انجم کو ہلایا نالۂ شب گیر سے — سوتی بستی کو جگایا نوحۂ دلگیر سے
اک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جسکا پیام — سازِ ہستی کی نوائے درد تھا جس کا کلام
مردہ عالم زندہ جسکی شورشِ قُم سے ہوا — آدمی خوددار خود جسکے ترنم سے ہُوا
جس نوا کی لے سے لذت گیر اب تک گوش ہے — کیا وہ پیغام اب ہمیشہ کیلئے خاموش ہے

شورشِ میخانۂ ہستی سے بالاتر ہے آج
زینتِ بزمِ فلک بستی کا یہ گوہر ہے آج

آہ اے اقبال اے رازِ حقیقت آشنا — بزمِ ہستی کو کیا تو نے حقیقت آشنا
نوعِ انساں کو خودی کے راز وہ تبلا گیا — جو مزہ منصور کو دارِ انا الحق پر ملا
خندہ زن تھا مسندِ اسکندر و دارا پہ تو — ہیچ تھا تیری نظر میں امتیازِ رنگ و بو

نسل، قومیت، کلیسا تیرے بتخانے رہے
ان بتانِ آذری سے ہوش بیگانے رہے

ایک ہی ملت جہاں میں تیر النصب العین تھا
ایک بلبل بوستاں میں تیر النصب العین تھا

تو نے دنیا کو سکھایا درسِ ملت ایک ہی
دینِ فطرت، عینِ فطرت، رازِ فطرت ایک ہی

روح تیری جنت الفردوس میں شاداں رہے
بلبلِ بزمِ رسالت بن کے نغمہ خواں رہے

آہ اقبال

از جناب تنویر مرزا ابو اللیس صاحب بی۔ اے

عجب کیا آسماں سر پر اٹھائیں شورِ ماتم ہے
ہمارے حضرتِ اقبال بھی رخصت ہوئے ہم سے

وہی اقبال جس سے نوجوانوں کو عقیدت تھی
وہی اقبال جن سے ہر مسلماں کو محبت تھی

وہی جو قوم کے ہر فرد کو غازی سمجھتے تھے
وہی جو رازہائے رومی و رازی سمجھتے تھے

یہ کہہ کر شوکتِ خود اعتمادی ہم میں پیدا کی
"پشیماں شو اگر لعلے ز میراثِ پدر خواہی"

علمبردار تھے دنیا میں اسلامی سیاست کے
وہی جو دیکھتے تھے خوابِ اسلامی ریاست کے

وہی ملکِ عجم کے آخری لعلِ درخشندہ
وہی جن کے سخن سے قلبِ ملت ہو گیا زندہ

وہی جو آخری رونا بھی ملت کیلئے رو گئے
وہی جو مسکرا کر موت کی آغوش میں سو گئے

خوشا وہ ملک جسمیں فلسفی پیدا ہوئے ایسے
خوشا وہ قوم جسکے راہنما اقبال جیسے تھے

نہ ہو گا ھند میں اسطرح کا اہلِ نظر پیدا
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جو دولت لٹ گئی ہندوستاں اب پا نہیں سکتا
قیامت ہے گیا اقبال واپس آ نہیں سکتا

علّامہ اقبال کی یاد

از محمد صدیق صاحب نزہت

محفلِ علم و ادب میں سر بسر اندھیر ہے — کیوں نہیں پھٹتے زمین و آسماں کیا دیر ہے
کشتیٔ اسلام کا وہ ناخدائے نکتہ بیں — خانۂ دل میں تھی جسکے حبِ ختم المرسلیں
جو سراپا جذبۂ اسلام سے معمور تھا — جسکا دل اک جلوہ گاہ شمع بزم طور تھا
وہ زمیں پہ تھا تخیل مہر و افلاک تھا — اُس کا خامہ حق نگاری میں بڑا بیباک تھا

آج اُس بلبل کو ہم یاں نغمہ خواں پاتے نہیں
آج کیوں آنسو گرے بہنے سے شرماتے نہیں

ہائے کیوں وہ بلبلِ شیریں سخن خاموش ہے — جسکی خاموشی سے ساری انجمن خاموش ہے
شمعِ ملت بجھ گئی وا حسرتا وا حسرتا — محفلِ اسلام میں تاریکیاں ہیں یہ ملا
اُسکے پہلو میں تھا دل اور دل میں تھا عشق رسول — قوم کو تھی اسکی ہستی ابر رحمت کا نزول
مرحبا اقبال اے سرمایہ دار زندگی — رازِ دار زندگی و افتخار زندگی
توڑ ڈالا سحر افرنگی تری تکبیر نے — خواب سے چونکا دیا ہم کو تری تحریر نے
آکہ تیرے لئے میں دیدہ و دل فرشِ راہ — یہ جہاں آب و گل یہ جلوہ گاہ مہر و ماہ

آہ سونی ہو گئیں ہندوستاں کی محفلیں
ہند کے میخانۂ جنت نشاں کی محفلیں

تیری عظمت اور جلالت کا تقاضا تھا یہی — تیری شوکت اور لیاقت کا تقاضا تھا یہی
محفلِ شاہی میں قدرت نے بنایا گھر ترا — شوکت اورنگ زیبی سے سجایا گھر ترا
حسرتیں تیری وہاں خرم رہیں دل شاد ہوں — گوشۂ مرقد میں تیرے جنتیں آباد ہوں

غم میں تیرے پھول روئیں بلبلیں ناشاد ہوں — مرثیہ خوانوں میں تیرے سرو شمشاد ہوں
دیں پیام تعزیت تجھ کو گل کی نکہتیں — گلستانِ مسجد شاہی کی خوش کن راحتیں

کنج تنہائی میں اقبال اب ذرا آرام کر
اور تماشائے ہوائے گردش ایام کر

از محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ

ماتم اقبال

تخلص مخفی

السلام اے زندۂ جاوید اقبال السلام — صد مبارک باد تجھ کو گلشن دار السلام
شاعر رنگیں بیاں ملک سخن کے تاجدار — تیرے غم میں ہے دلوں کی مملکت اجڑا ہوا
اڑ گیا باغ جہاں سے طوطی شیریں دہن — سوگوار اسکے الم میں کیوں نہ ہوں اہل وطن
حیف ہے اس بزم ہستی سے بجھا ایسا چراغ — سینۂ ہر مرد و زن ہے جسکے غم میں باغ باغ
آہ محفل ہے سلامت گرمیٔ محفل نہیں — زندہ ہیں مسلم مگر سینوں میں انکے دل نہیں
آہ اے اقبال تو تھا وہ درخت سایہ دار — قوم کو جس نے بنایا قومیت کا مایہ دار

حیف اب خاموش ہیں تیرے لب معجز بیاں
کون اب دہرائیگا مسلم کی ماضی داستاں

از جعفر حسین صاحب

آہ سر محمد اقبال

رضوی مرادآبادی

اقبال! جو سقفِ ادب کا تھا سہارا — اور علم کے گردوں کا تھا درخشندہ ستارا
جس نے تھا ہمیں قصر مذلت سے ابھارا — جس نے ہمیں معراج پہ پہنچایا دوبارہ
وہ پیکر دانائی و اخلاق و محبت — وہ جانِ ادب شانِ ادب قوم کا پیارا

رونق وہ ایوانِ ادب شاعرِ اکمل
وہ منبع دریائے ادب علم کا دھارا

وہ جس کا ہر اک شعر تھا غم سوز و الم سوز
ہر لفظ تھا حکمت کا چمکتا ہوا تارا

سیراب ہوا نخلِ سخن جس کے لہو سے
پامال شدہ باغِ ادب جس نے سنوارا

بیدار کئے قوم کے سوتے ہوئے جذبات
اور خدمتِ اُردو کے لئے ہم کو ابھارا

وا ناخنِ حکمت سے کیا عقدۂ مشکل
اور قوم کی بگڑی ہوئی حالت کو سدھارا

تسخیر کیا ملکِ ادب زورِ قلم سے
کاشانۂ اخلاق و سخن جس نے سنوارا

وہ راہبرِ قوم وہ پیغمبرِ حکمت!
ہمدردِ وطن مونس و غم خوار ہمارا

افسوس! اُسے چھین لیا دستِ اجل نے
تھا قوم کا جو لختِ جگر آنکھ کا تارا

افسوس! کہ گل ہو گئی وہ شمعِ ہدایت
تھا فرحتِ دل راحتِ جاں جس کا نظارا

حامل تھا حقیقت میں جو حلمِ ازلی کا
وہ ملہمِ اخلاق بھی جنت کو سدھارا

تھی دردِ محبت کی کسک قلب میں جس کے
وہ قوم کا محبوب وہ اسلام کا پیارا

بیتاب ہوں میں کثرتِ آلام سے راغبؔ
تحریر کا اب میرے قلم کو نہیں یارا

اب صبر و تحمل سے مدد لینی پڑے گی
ہاں! اور نہیں کوئی بھی اس رنج کا چارا

ہے بارگہِ حق میں دعا شام و سحر یہ
فردوسِ بریں میں رہے اقبال ہمارا

اقبال

از سید فارغؔ بخاری سرحدی

اے شہنشاہِ سخن اے تاجدارِ شاعری
حضرتِ اقبال اے پروردگارِ شاعری

سالکِ راہِ ہدا خضرِ صراط المستقیم
تجھ کو بخشا تھا خدا نے جوہرِ عقلِ سلیم

مد

اے مسیحائے سخن اے ناخدائے زندگی
تیری ہر لے میں تھی پوشیدہ نوائے زندگی

فقر کی تعلیم اس پیرائے میں دیتا تھا تو
دل امیروں اور شہنشاہوں کے موہ لیتا تھا تو

کون آکر پھر بتائیگا ہمیں رازِ خودی
کون پھر چھوڑیگا آکر بربطِ سازِ خودی

کون دیگا آکے پھر پیغام آزادی ہمیں
کون دیگا بادۂ گلفام آزادی ہمیں

آکر تیری جانفشانی یاد آتی ہے ہمیں
یاد تیری خون کے آنسو رلاتی ہے ہمیں

اب تجھے سمجھا ہے ہمنے قوم کے غمخوار آ
قدر تیری ہم تے نجانی سید الاحرار آ

ملتِ اسلام کے اے قافلہ سالار آ
پھر غلام آباد ہیں بہر خدا اک بار آ

از جناب دُر صاحب

افکارِ پریشاں

[illegible]

تیری نوائے شوق سے سوز حریم ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں، بتکدۂ صفات میں

خاک کے ذرے ذرے میں روح سی تونے پھونک دی
جان سی تم نے ڈال دی پیکرِ کائنات میں

تیری نظر سے جلوہ تابِ رونقِ بزمِ غزنوی
تیری صدا سے اضطراب محفلِ سومنات میں

وجہِ شکستِ بے حسی، تیری نوائے سرمدی
عشق و خودی کی زندگی تیرے تخیلات میں

شوق بھی تیرا عشوہ کار، عزم بھی تیرا استوار
دب کے نہ تو رہا کبھی معرکۂ حیات میں

تجھ کو نہ کر سکی اسیر حسنِ فرنگ کی بہار
جنت لالہ بھی، تیرے تصورات میں

تو مری آہ سرد میں تو مرے اشک گرم میں
مر کے بھی آہ زندہ ہے تو مری حیات میں

کیوں نہ طلوعِ صبح پہ چھائی ہوئی ظلمتیں
شہرۂ مرگ آفتاب میں نے سنا ہے رات میں

تو نہ رہا مگر تجھے دیکھ رہا ہے پھر بھی دور

قلب کی حیات میں روح کی واردات میں

عشق کہاں سے پائیگا ذوقِ نظر ترے بغیر؟
رنگ کہاں سے لائیگا خونِ جگر ترے بغیر

بیخودی و کیف خواب میں ہیں صدِ اضطراب میں
ہوش و خرد ترے بغیر قلب و نظر ترے بغیر

"میر سپاہ ناسزا، لشکریاں شکستہ صف"
ہو نہ سکے گا کارواں گرم سفر ترے بغیر

کارِ جنون ہے ناتمام ذوقِ خودی بھی ہے خام
پھر کوئی دلکشا صدا پھر کوئی آتشیں پیام

مشعلِ راہِ زندگی ہے وہ ہی ذوقِ شاعری
جسمیں خودی کا ہو جنوں جسمیں کو ہو ندام

توڑ گیا دل افرنگ تیری خودی کا آب و رنگ
تجھ کو شہید کر گئی عشق کی تیغ بے نیام

در عقیدت علامہ سر اقبال

از محترمہ زیب عثمانیہ لدھیانوی

تو خلق کو خالق کے پیکر میں دکھاتا ہے
ایماں ہی یہ جرأت مومن کو دلاتا ہے

تو خضر سے کچھ کہہ کر اکثر رہِ صحرا پر
الیاس سے جا ملتا ہے ساحلِ دریا پر

اے مردِ خدا تو نے وہ راز بتائے ہیں
جو صانعِ فطرت سے فطرت چھپائے ہیں

بے باک در آتا ہے جو محفلِ یزداں میں
وہ تیرا تصور ہے آبادیٔ انساں میں

موجوں نے تجھے اپنی تعریف سنائی ہے
تاروں نے تجھے اپنی تاریخ بتائی ہے

اقبال، نہیں مجھکو دعوے سخندانی
لیکن ترے شعروں سے ہے نسبت روحانی

اظہارِ عقیدت کی ہمت نہیں پاتی ہوں
آنکھوں سے تیری بالِ جبریل لگاتی ہوں

از جناب حاجی نبی احمد صاحب

اقبال

بمبئی

مقصد واحد یہی تھا تیرے پیغامات کو
آدمی اندازہ کر لے رفعت جذبات کا

درسِ حریت غلاموں کو سناتا ہی رہا
راہِ آزادی بہر عنوان دکھاتا ہی رہا

ہر حجازی رنگ میں نورِ حقیقت بھر دیا
سر بلندی کے طریقوں کو نمایاں کر دیا

حوصلوں کی پستیوں میں بھر کے طوفاں آہنگ
کر دیا پیدا دلوں میں روحِ آزادی کا رنگ

کر دیا ثابت کہ انساں فطرتاً آزاد ہے
صرف اک دھوکہ ہی دھوکہ خطرۂ صیاد ہے

تشنہ کامانِ وطن کی دی شرابِ تند و تیز
تا ہوں سب حق آشنا، باطل سے فرمائیں گریز

از جناب منظور حسین صاحب

نوحۂ اقبال

منبھعہ

کسقدر درد آفریں ہے شاعرِ مشرق کا غم
روزِ محشر سے نظر آتا ہے نہیں یہ روز کم

بن گئے ہیں سر بسر کاشانۂ رنج و الم
کابل و ہندوستان مصر و عرب روم و عجم

فرطِ غم سے گلشنِ اسلام ہے پامال آج
سو گیا ہے امتِ مرحوم کا اقبال آج!

کون اب تازہ کرے گا آتشِ عشقِ مجاز
کون بخشے گا دلِ عشاق کو سوز و گداز

اب کہاں دیکھے گی چشمِ غزنوی حسنِ ایاز
کون سمجھائیگا اسکو معنئ ناز و نیاز

دردِ شکر در دکی کھینچے گا اب تصویر کون؟
عشق شکر اب کرے گا عشق کی تفسیر کون؟

اُٹھ گیا دنیا سے میرِ کاروانِ زندگی — جس کے دم پر ناز کرتا تھا جہانِ زندگی
جس کی ہمت سے کھلے سِرِ نہانِ زندگی — جس نے آساں کر دیا تھا امتحانِ زندگی

جسکا ہر اک حرف تھا آئینہ دارِ کائنات
جس کا ہر اک لفظ تھا گنجینۂ رازِ حیات

آہ پنہاں ہو گیا دنیا سے وہ دانائے راز — پیکرِ مشرق میں تھا جسکی نوا سے سوز و ساز
ذوقِ پرواز تخیل جسکا تھا شاہیں نواز — جسکے اندیشہ میں تھی اک گرمیٔ آہن گداز

آتشِ حسنِ ازل تھی شوخیٔ تحریر میں !
گرمیٔ ذوقِ عمل تھی نالہ شب گیر میں

ماتمِ اقبال

از جناب یحییٰ صاحب غمگینؔ

ہیں کس کے غم میں سیہ پوش مشرق و مغرب — بچھی ہے کس کیلئے دہر میں صفِ ماتم
عطا ہوئی تھی جو صدیوں کی آرزوں سے — فغاں کہ لٹ گئی وہ بے بہا متاعِ عجم
تھی جسمیں روم کی شمع کہیں فروغ انگیز — ہزار حیف کہ وہ بزم ہو گئی برہم
اٹھا نہ کوئی بھی تجھ سا دیارِ مشرق سے — صدائے ساز و نوا ہائے راز کا محرم
ترا ضمیر تھا اسرار کا وہ آئینہ — کہ جسمیں عکس فگن تھا رخِ وجود و عدم
تری نظر سے نہ پنہاں تھا آب و گل کا جمال — تری نگاہ پہ روشن تھی فطرتِ آدم
پیامبر تھا تو دنیا میں اوج و رفعت کا — کہ تھا تو واقفِ پروازِ قطرۂ شبنم
ہر اک حرف میں تھا تیرے نغمۂ الہام — سروش کی تھی صدا یا تری نوائے قلم
ہنوز عظمتِ رفتہ کی یاد باقی تھی ! — تمام عمر رہا تو حدی خوانِ خیرِ امم

تجھے بھاتی تھی نغمے نسیمِ خاکِ حجاز | کہ تھا غلامِ غلامانِ سرورِ عالم
زبسکہ خلد سے خوشتر تھی تجھکو منزلِ دوست | اسی کے شوق میں کرتا تھا نالۂ پیہم
رہی تھی غایتِ آہ و فغانِ نیم شبی | اسی کی خاک تھی مقصودِ دیدۂ پُرنم

اٹھا جہاں سے وہ سرشارِ دینِ پیغمبر
کہ جسکے شورِ نوا ابھی بنا تھی خاکِ حرم

یادِ اقبال

از جناب سید محمد عبدالرشید بی۔اے

یا الٰہی آج یہ کیا حالِ دوراں ہو گیا | دیکھتا ہوں جسکو وقفِ رنج و حرماں ہو گیا
کائناتِ دل میں یارب کیا قیامت آگئی! | قطرہ قطرہ خون کا طوفان بداماں ہو گیا
ہو گئے دُنیا سے آثارِ خوشی ناپید آہ | کیا اُجڑ جانے کا اس گلشن کے ساماں ہو گیا
یا الٰہی یہ کوئی غم ہے کہ طوفانِ بلا | دردِ ناکامی نصیبِ ہر دل و جاں ہو گیا
لگ رہی ہے آگ سی دنیائے محسوسات میں | کس بلا کا سوزِ غم سینوں میں پنہاں ہو گیا
جلوۂ بیداریٔ ملت نظر آیا مگر | دیکھتے ہی دیکھتے خوابِ پریشاں ہو گیا

الغرض کچھ کہہ نہیں سکتے یہ وہ روداد ہے
آہ اس بیداد سے فریاد ہے فریاد ہے

ہو گیا رخصت جہاں سے آہ میرِ کارواں | اب کہاں بانگِ درا محمل کہاں منزل کہاں
اٹھ گیا دُنیا سے تھا جو شاعرِ فطرت شناس | اب کہاں ہم اور کہاں رازِ زمین و آسماں
چل بسا افسوس تھا جو آشنائے دردِ قوم | اب سُنیگا کون رو رو کر ہماری داستاں
کون بتلائیگا اسرارِ حقائق ہم کو آہ! | آ نہیں سکتا ہے اب وہ فلسفی نکتہ داں

کون دکھلائیگا سیرِ عالمِ بعد الممات
اٹھ گیا دنیا سے تھا جو رازدارِ کن فکاں

کون قرآں کے معارف ہمکو سمجھائے گا آہ
کون دکھلائیگا ہمکو منزلِ حق کا نشاں

طے کرینگے کسطرح عشقِ نبی کی راہ ہم
رہبرِ منزل نہیں درماندہ اہلِ کارواں

اٹھ گیا دنیا سے جو اک قوم کا اقبال تھا
اس سے بڑھ کر کیا ستم ہوگا بتلائے آسماں

دشمنی کیا تھی بھلا جاوید سے تجھ کو ابھی
ملتِ اسلام سے کینہ سہی اے آسماں

پہلے ہی چھوڑا تھا کیا اس گلشنِ ملت میں آہ
تھی فقط اک گل سے کچھ یادِ بہارِ بوستاں

آہ کیوں رکتا نہیں سیلابِ اشکِ غم مرا
امتحاں منظور ہے کیا دیدۂ پرغم مرا

آہ اے اقبال اے سرمایۂ صد افتخار
اے حکیمِ ملتِ بیضا فریدِ روزگار

ترجمانِ رمزِ قرآں شاعرِ فطرت شناس
اے کہ اسرارِ فقیری تجھ پہ تھے سب آشکار

کون اب افسوس سمجھائیگا اسرارِ خودی
کون ہوگا اب رموزِ بیخودی کا رازدار

کارواں میں اب بھی گو بانگِ درا موجود ہے
پر کہاں سے لائیں گے تیری صدائے دلفگار

وہ ترا الحانِ وادی کہاں سے آئے گا
گو زبورِ فارسی سے عجم ہے سرمایہ دار

اب بھی یہ مانا کہ ہم رکھتے ہیں بالِ جبرئیل
پر کہاں مردہ دلوں میں ہمتِ پرویں شکار

اب بھی حاصل ہے ہمیں گو قوتِ ضربِ کلیم
پر نظر آتا نہیں کوئی کلیم اللہ شعار

گو ترا جاوید نامہ ہے حیاتِ جاوداں
کیا سمجھ سکتے ہیں اسکو آہ ہم غفلت شعار

آہ تیرا دردِ دل لائیں کہاں سے یہ غریب
قوم میں اب بھی ہماری رہنما ہیں گو ہزار

رہ گئے سربستہ اسرار و رموزِ مثنوی
کون ہوگا آہ رومی کا جہاں میں رازدار

آہ لیکن عشق والے مر نہیں سکتے کبھی
کیا مٹا سکتی ہے ان کو گردشِ لیل و نہار

موت اے اقبال چھو سکتی نہیں دامن ترا
تیرے غم میں ہیں مگر مجبورِ فطرت سوگوار

ہے دعا جاوید تیرا ثانیٔ اقبال ہو
حاملِ دردِ محبت صاحبِ احوال ہو

علامہ اقبال

از جناب ڈاکٹر عبدالمجید صاحب صدیقی

آہ اے اقبال اے بانگِ درائے کارواں
موت سے حاصل تجھ کو حیاتِ جاوداں

شاعری پہ تری نازاں ہیں زمین و آسماں
تو زمین پیا در نہائے فلک تیرِ امکاں

طائرِ تخییل کی کیا رفعتِ پرواز ہے
شکوہ سنجی پر فدا خود گوشِ بر آواز ہے

تری بزمِ دل محبت سے سدا معمور ہے
تیری دلسوزی صدا پا رشکِ برقِ طور ہے

قوم کے غم سے تڑپ جانے میں تو مشہور ہے
ہر نفس اقبال تیرا آہ میں مستور ہے

سینہ کوبی میں رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
تو رہا اور قوم کے اقبال کا ماتم رہا!

معنوی اولاد ہے تیری ترا زندہ کلام
قوم کو تو نے دیا عزم و ہمت کا پیام

تجھ عباد الصالحین کی صف میں دے تجھکو مقام
السلام اے غمگسارِ قوم و ملتِ السلام

فاش تو نے کر دیئے ہیں ہم پہ اسرارِ خودی
قوم مسلم میں ہے اب احساسِ اظہارِ خودی

ہے پیامِ مشرق اقبال اک ضربِ کلیم
دلِ طلسمِ کفر و باطل کا ہوا جس سے دو نیم

مرحبا اے ملتِ بیضا کے فرزندِ حکیم
خوب دکھلایا ہے تو نے منظرِ امید و بیم!

جب کہ مغرب ہو رہا ہے اپنی طغیانی میں غرق
تو پکارا "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق"

ہے سخن تیرا حلاوت میں برا از قند و نبات
تجھ پہ روشن کر دیا حق نے ضمیرِ کائنات

تیرے نغموں نے عطا کی قوم کو تازہ حیات
تو نے مسلم کو بنایا پیکرِ عزم و ثبات

ہیں تیرے افکار شرحِ سوز و سازِ زندگی — ہے ترے اشعار میں مضمر گدازِ زندگی!

محو تھا خوابِ گراں میں مسلم غفلت شعار — پست قوموں میں جہاں کی اس کا ہوتا تھا شمار

بے خبر تھا اپنے ماضی سے وہ باصد حالِ زار — اپنے مستقبل کا بھی رکھتا نہ تھا کچھ اعتبار

تیرا اقبال نے پھر اس کو تابندہ کیا — زندہ جاوید بن کر قوم کو زندہ کیا

پیر رومی کی صدا اقبال تیری لے میں ہے — نغمہ ہندی ترا لیکن حجازی لے میں ہے

کیف ملت پر تری تیرے سخن کی لے میں ہے — درد کا احساس رگ رگ میں تری ہر شے میں ہے

وقف ہے احیائے ملت کیلئے تیرا دماغ — دل ترا صد چاک ہے اور ہے جگر بھی داغ داغ

طائر شہرت ہے پراں از ہمالہ تا بہ قاف — کر دیا مغرب کی عیاری کو تو نے واشگاف

ملت بیضا کو یہ نکتہ بتایا صاف صاف! — مرکزِ اسلام سے ہرگز نہ کرنا انحراف

کہہ دیا یوں گر تو می خواہی مسلماں زیستن — خوب سُن لے نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

اے حکیم مشرق و مغرب فقیرِ بے نوا — پیکر صبر و قناعت شاہِ تسلیم و رضا

اے غلام سرورِ کونین اے مردِ خدا — آہ اے اسلام کے فرزند صادق رہنما

موت کو کہتے نہیں ہم اختتامِ زندگی!
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

اقبال کا مزار

جناب مولانا مفتی محمد خاں صاحب — میکش حیدری

جانب مشرق جو ہے مسجد شاہی کا منار — ایک شب میں نے سنی اس پہ مؤذن کی پکار

غلغلہ کلمۂ توحید کا ہوتا تھا بلند: — ساتھ ہی نعرۂ تکبیر کی بھی تھی تکرار

وہ یہ کہتا تھا کہ آرام سے بہتر ہے نماز — وہ صدا دیتا تھا اے نیند کے ماتو! ہشیار

اُسکی آواز میں اِک سوز کی دُنیا تھی نہاں
لرزہ انگیز تھی اِس مردِ خدا کی للکار

اس کی لے سے تھی مرے قلب کی دنیا معمور
اسکی آواز سے تھی میری سماعت حظ دار

اسکی آواز رہِ گوش سے دلمیں اُتری
کر گئی روح کے خوابیدہ قوائے کو بیدار

جاکے دیکھا تو ملی حضرتِ اقبال کی روح
جس کے پاؤں میں میری جان ہو سو بار نثار

مجھ کو دیکھا تو کہا صرف "تحیر کیوں ہے"
اپنے مرنے کا مجھے بھی ہے مکمل اقرار

لیکن اس حال میں بھی مرا وظیفہ ہے وہی
ہو گیا جس سے مرا جامۂ ہستی صد تار"

زندگی میں جرسِ قافلہ کہتے تھے مجھے
اب مؤذن ہوں میں در حلقۂ بزمِ ابرار

ناذنۂ[1] مسجد شاہی کا ہے جو کا رخ بلند
دیکھو اس کا رخ کے سائے میں بنا میرا مزار

ماتم اقبال

از مولوی مقبول احمد صاحب سیفی پانی پتی

شور تھا بانگِ درا کا جسکے ذرہ سے عیاں
رمز تھا ضربِ کلیم اللہ کا جسمیں نہاں

جسکی آہیں عرش پر لاتے تھے بالِ جبرئیل
کر دیا بیدار جس نے ایشیا کا کارواں

وائے اے اقوامِ مشرق چل بسا اقبال آج
اُٹھ گیا دُنیائے فانی سے تمہارا پاسباں

جس نے ایراں کو سکھائے جاکے اسرارِ خودی
جس نے افغانوں کو بتلائے رموزِ بیخودی

جس نے مغرب کو دیا پیغامِ مشرق کا سبق
اک زبورِ اہلِ عجم سے جس نے اعرابی کو دی

---

[1] اذان دینے کا مینار جو اتر اگا مسجد کے جنوب مشرقی کونہ میں بنایا جاتا ہے اقبال کا مزار بھی جنوب مشرقی پارک میں بنایا گیا ہے۔

نامۂ جاوید لکھ کر آہ وہ رخصت ہوا !
کاروانِ خفتہ کو کون اب سنائیگا حدی

آج گو ماتم کناں ہیں ایک خاص و عام ہے
ہاں مگر اقبال کا مٹنا خیالِ خام ہے
موت صبح زندگی کی گو بظاہر شام ہے
اس کے پردوں میں حیات جاوداں کام ہے
موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی !

اہل عالم کو بجا ہستی پہ تیری ناز ہے
تیرے نغموں سے ہویدا زندگی کا راز ہے
اڑ کے جو افلاک پر پہنچی تیری آواز ہے
تو ہی خود مضراب بھی ہے اور خود ہی ساز ہے
تجھ کو اے اقبال مقبول خدا کیوں نہ کہیں
زندہ کرنا قوم مردہ کا ترا اعجاز ہے۔

آہ اقبال

از علی احمد صاحب حیدر آباد دکن

ہندوستان پہ چھائیں کیوں شام کی گھٹائیں
ڈوبی ہوئی ہیں غم کے دریا میں کیوں فضائیں
پھیلی ہوئی ہے ہر سو کیوں موت کی خموشی
کیوں آج ہے حکومت ہر چیز پر خزاں کی
کیوں زندگی سے اپنا مغموم ہو رہی ہے
بے لطف اک کہانی معلوم ہو رہی ہے
عالم کا ذرہ ذرہ کیوں رو رہا ہے ڈر ڈبا
کیوں خامشی ہیں تارِ ساز الم ہے بجتا !
لیلائے شب کی زلفیں کیوں منتشر ہیں اتنی
کیوں زرد پڑ گئی ہے شکل آج چاندنی کی
تر آنسوؤں سے کیوں ہیں مژگانِ چشم انجم
کیوں آج لب پہ ان کے رقصاں نہیں تبسم
کیوں چپکے چپکے شبنم آنسو بہا رہی ہے
پیغام موت لے کر کیوں صبح آرہی ہے

رنگینیاں ادب کی آنسو نہ کیوں بہائیں
کیوں شاعری کی شمعیں خاموش ہو نہ جائیں

اقبال وہ پھر علم و ادب کا اختر
وہ فخرِ ملک و ملت وہ ہند کا سکندر

"بانگِ درا" نے جس کی اسلام کو جگایا!
"پیغام" جس نے اپنا "مشرق" کو کہہ سنایا

وہ جس کی "بالِ جبریلِ" اہلِ سخن نے دیکھی
"ضربِ کلیم" جسکی سارے جہاں میں گونجی

وہ جسکی شاعری کا چرچا تھا آسماں پر
"فریاد" جسکی پہنچی دنیا سے لامکاں پر

وہ جس سے زندہ شانِ اسلام ہو چلی تھی
رنگین داستانِ اسلام ہو چلی تھی!

مسلم کے دل میں پھونکی ایمان کی روح جس نے
دہرائے جس نے قصے اک بار پھر اُحد کے

وہ جسکی ضو سے روشن ایوانِ شاعری تھا
سرسبز جسکے دم سے بستانِ شاعری تھا

گریاں اس رخصت وہ ہو گیا جہاں سے
ہمدوش ہے بہارِ شعر و ادب خزاں سے

گریاں رہیں گی آنکھیں ملت کی مدتوں تک
سوتی رہیں گی بزمِ معنی بھی مدتوں تک

ترجمانِ حکمت

از عبدالقادر صاحب

اے ترجمانِ حکمت اے شاعرِ یگانہ
اے مرشدِ حقیقی اے رومیٔ زمانہ

تو نے ہمیں بتائے اسرارِ زندگی کے
یعنی ہوں فقر میں بھی اندازِ خسروانہ

اس قافلے کو تو نے بانگِ درا سنائی
مدہوش جو پڑا تھا مستِ مئے شبانہ

جو کھو چکے تھے خود کو ان کو خودی سکھائی
مُردوں میں یعنی ڈالی پھر جانِ جاودانہ

اقبال تیرے دم سے تھی شاعری کی عزت
ورنہ یہ سارے شاعر ہیں بندۂ زمانہ

نذرِ عقیدت

از محترمہ زیب صاحبہ — عثمانیہ گورنمنٹ سیرٹ

تو خلق کو خالق کے پیکر میں دکھاتا ہے
ایمان ہی پر جرأت مومن کو دلاتا ہے

اے مردِ خدا تو نے وہ راز بتائے ہیں
جو صانعِ فطرت نے فطرت سے چھپائے ہیں

بیباک درآتا ہے جو محفل یزداں میں
وہ تیرا تصوّر ہے آبادیٔ انساں میں

موجوں نے مجھے اپنی تعریف سنائی ہے
تاروں نے تجھے اپنی تاریخ بتائی ہے

اقبال نہیں مجھکو دعوئے سخن دانی
لیکن ترے شعروں سے ہے نسبت روحانی

اظہار عقیدت کی ہمت نہیں پاتی ہوں
آنکھوں سے مگر بالِ جبریل لگاتی ہوں

اقبال

از جناب غلام احمد صاحب — تاثیر قریشی

ساری دنیا کو ترے نغموں نے بیدار کیا
مستیٔ بادۂ توحید سے سرشار کیا

تیرے آنے سے بڑھی رونقِ بزمِ مسلم
تو نے مضبوط کیا آتے ہی عزمِ مسلم

قوم کو سوزِ محبت نے ترے کام دیا
تپشِ دل نے تری اذیت کا پیغام دیا

تیری ہر لے سے ٹپکتی ہے صداقت تیری
تیرے ہر شعر سے روشن ہے فراست تیری

قوم کی فطرتِ خوابیدہ جگائی تو نے
یعنے یہ اجڑی ہوئی بستی بسائی تو نے

تیرے اشکوں سے تھا سیراب گلستانِ سخن
تیرے دم سے تھی بہارِ چمنستانِ سخن

گردشِ شمس و قمر جامِ اقبال
ضوفشاں آج بھی ہے ماہِ تمامِ اقبال

فلک شعر کا تابندہ ستارا ٹوٹا

آخری مسلمِ ہندی کا سہارا ٹوٹا

آہ علامہ اقبال

از جناب ایم عبد الغنی بیرنشی ڈیپ

آہ وہ اقبال جو سودائی اسلام تھا | رہبری ہندوستاں شاید جسکا کام تھا
جس نے مسلم پر کئے تھے فاش اسرارِ خودی | جس کے پاکیزہ ارادوں میں تھا رعبِ حیدری
جس کا ہر نغمہ تھا ملت کیلئے بانگِ درا | جس نے قلبِ قوم میں سوزِ بلالی بھر دیا
وہ غلام ہندوستاں میں رہ کے بھی آزاد تھا | جسکی رگ رگ میں نہانِ حریت آباد تھا
جس نے ملت کو سکھایا تھا اصولِ زندگی | جسکی جد وجہد سے آباد تھی بزمِ خودی

آج وہ اقبالِ قوم اقبالِ ملت چل بسا
پیکرِ اخلاص و جوہرِ اخوت چل بسا

علامہ اقبال کی یاد میں!

جناب محمود جالندھری

یہ مانا سبکو اکدن تلخ جامِ موت پینا ہے | یہ مانا اس خراب آباد میں دو روز جینا ہے
مگر تا حشر جنکی موت پر روئیگی یہ دنیا! | وہ تھے اقبال جنکے غم میں جاں کھوئیگی یہ دنیا

غنیمت ہیں وہ بعد موت بھی جو زندہ رہتے ہیں
جو سورج بن کے ظلمت زار میں تابندہ رہتے ہیں

جہاں میں موت سے ڈرتا نہیں آتشِ نوا شاعر | جہانِ فانی سہی مرتا نہیں معجز نما شاعر
تیرے اشعار اے اقبال درسِ دین و حکمت ہیں | سکونِ خاطرِ غمگیں ہیں اور شمعِ ہدایت ہیں
تو اب بھی رہبرِ منزل ہے میر کارواں ہو کر | ابھی تک تیرے نغمے گونجتے ہیں داستاں ہو کر

تیری نظمیں ہیں عرفانِ خودی کا شاہکار اب بھی
رموزِ علم و حکمت کی ہیں یہ آئینہ دار اب بھی
ترے اشعار میں برپا ہے حشرِ انقلاب اب بھی
ترا پیغامِ آزادی ہے درسِ کامیاب اب بھی
حقیقت بارشِ جلوؤں کی ہیں فکرِ رسا تیری
کہ ہے اوجِ ثریا پر مکیں فکرِ رسا تیری
تو اب بھی دستگیری کر رہا ہے بینواؤں کی
غلاموں، فاقہ مستوں، بیکسوں غم آشناؤں کی

ترے دیوان کا ہر شعر ہے جانِ طرب اب بھی
تجھے کہتے ہیں سب پیغمبرِ علم و ادب اب بھی

صدمۂ مرگِ اقبال

از جناب ساحر صاحب نظامی

کیا خبر تھی یہ مصیبت یہ مصیبت ہوگی
اس قدر جلد جہاں سے تیری رحلت ہوگی
آج ہم نے بھی قیامت کو بپا دیکھ لیا
اس سے بڑھ کر کوئی کیا اور قیامت ہوگی
آہ اقبال کا یوں داغِ جدائی دینا
اور کیا قوم کی پھوٹی ہوئی قسمت ہوگی
محفلِ علم و ادب تھی ترے دم سے قائم
اب نہ وہ شانِ فصاحت نہ بلاغت ہوگی
کس کے افکار سے جذبے نئے پیدا ہوں گے
کس کے اشعار سے تخئیل میں رفعت ہوگی
فرطِ اندوہ میں ساحر تو کہاں جا نکلا!
یہی قسمت یہی فطرت کی مشیت ہوگی

پیرِ رومی کو مبارک ہو مریدِ ہندی
اب تو جنت میں بڑے لطف کی صحبت ہوگی

علامہ اقبال کی یاد میں

از محمد ظفر جمیل صاحب — ختمی تھاوری

اٹھ گیا ہے ہند سے ملکِ سخن کا تاجدار
آج دنیا کی فضائیں ہیں الم سے سوگوار

وہ کہ جو دیتا تھا درسِ حریت پیغام سے
جسکا دل لبریز تھا ہمدردیٔ اقوام سے
جسکے شعروں سے ٹپکتی تھی شرابِ زندگی
جس نے چھیڑا مردِ مومن کا ربابِ زندگی
پیکرِ مسلم میں جس نے رُوحِ تازہ پھونک دی
مردہ دل کو بخش دی جس نے متاعِ زندگی
کہہ رہا ہے طور یہ ہندوستاں کے حال کا
مل نہیں سکتا کوئی نعم البدل اقبال کا

ہے جمیلؔ زار کی عرض اے خدائے بحر و بر
بھیج رحمت شاعرِ مشرق کی رُوحِ پاک پر

علامہ اقبال

از سلطان احمد صاحب ایڈیٹر تریاک دہلی

تو نے اے اقبال وہ پیغام دُنیا کو دیا
از سرِ نو جس نے استحکام دُنیا کو دیا
اس قدر اونچا اڑا آخر ترا شاہینِ فکر
ذہنِ انجم میں بھی پیدا ہو گئی تمکینِ فکر
اس طرح بانگِ درا سے رہنمائی تو نے کی
خاک کے ہر ذرے کی عقدہ کشائی تو نے کی
مضمحل شمعِ وطن کو پھر مذاقِ سوز دے
نغمۂ دوشیں کو اپنے جلوۂ امروز دے

شامِ محشر تک بھی تیری یاد جا سکتی نہیں
تیرے احسانوں کو یہ دُنیا بھلا سکتی نہیں

آہ! اقبال

از جناب ناصر صاحب

آہ وہ اقبال کا سوزِ جگر
آہ وہ دیں کے شبستاں کا چراغ!
آہ وہ شعلہ جو مخفی ہو گیا!
کر گئے روشن بزمِ ایماں کا چراغ
آہ وہ پُر درد حق آگاہ دِل
تھا جو حکمت کے دبستاں کا چراغ

روشنی لیتا تھا جس کے سوز سے عشقِ حریت کے ایواں کا چراغ
اے قضا یہ نورِ چھپنے کا نہیں گوشۂ دامن سے کیوں ڈھانکا چراغ
بے بصیرت مُردہ دل کہتے رہیں بُجھ گیا گورِ غریباں کا چراغ

جاودانی ہے اثر اقبال کا!
گُل نہ ہوگا اس گلستاں کا چراغ

آہ! اقبال

از جناب ادیب صاحب مالیگانوی

شمعِ فطرت تھی جہاں زندگی اقبال کی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے روشنی اقبال کی
بھا گئی اہلِ وطن کو بے خودی اقبال کی دہر تاباں ہے چمکی شاعری اقبال کی

سوزِ پروانے کا پنہاں اسکی خاکستر میں تھا
شعلۂ گردوں نورد اسکے دلِ مضطر میں تھا

اس نے چمکایا ستارا عظمتِ اسلام کا قطرہ قطرہ تھا حقیقت ریز اسکے جام کا
چل سکا قابو نہ اس پر گردشِ ایام کا دہر میں بجتا ہے ڈنکا آج اسکے نام کا

اک وہی تسکینِ دل تھا غالبؔ حالی کے بعد
قوم کا کیا حال ہوگا اسکی پامالی کے بعد

اس چمن سے کیسے کیسے نغمہ پرور چل بسے ہمنوائے بلبلِ شیراز اکثر چل بسے
اہلِ جوہر کو دکھا کر اپنے جوہر چل بسے محفلِ شعر و ادب سے داغ و اکبر چل بسے

قوم کا اقبال تھا اقبال بھی جاتا رہا۔
آہ وہ اک نقشِ بے تمثال بھی جاتا رہا

اُس نے اس انداز سے چھیڑا ربابِ زندگی اُٹھ گئے اپنی نگاہوں سے حجابِ زندگی
اس کے شعروں میں تھا اک جوشِ شبابِ زندگی ذرہ ذرہ بن گیا مستِ شرابِ زندگی

محفلِ ہستی میں ایسا رازداں کوئی نہیں
کارواں باقی ہے میرِ کارواں کوئی نہیں

وہ کبھی غرناطہ و بغداد پر تھا اشکبار وہ کبھی تھا خاکِ دلّی پر دل و جاں سے نثار
سرزمینِ قرطبہ میں جب ہوا اُسکا گزر کی بلند اس نے وہاں بھی اپنے سینے کی پُکار

تھا کبھی مضطر وطن کی بیکسی کیواسطے
غم یہ اب مخصوص ہے گویا اسی کیواسطے

اب کرے گا کون لذّت آشنائے آرزو کس کے لب سے ہم سُنیں گے نغمۂ اللہ ہُو
کام آئیگا چمن کے کس کی آنکھوں کا لہُو کس سے زینت پائیگا اب یہ جہانِ رنگ و بُو

عشق کے اسرارِ پنہاں ہمکو سمجھائیگا کون؛
آتشِ دردِ محبت دل میں بھڑکائیگا کون؟

ہر نفس اقبال کا پروردۂ الہام تھا اس کے ہاتھوں میں چھلکتا زندگی کا جام تھا
دردِ ملت سے تڑپنا باعثِ آرام تھا شاعرِ اسلام تھا، وہ شاعرِ اسلام تھا

چشمِ ظاہر میں اگرچہ اب وہ ٹوٹا ساز ہے
اسکے نغموں میں حیاتِ جاوداں کا راز ہے

علّامہ اقبال آہ

از جناب عبدالرزاق سعید بن عمر یمنی

آج بے رونق ہوئی ہے بزمِ شعر و فلسفہ اُٹھ گیا اُستادِ فنِ یکتائے عصر اے ہمنشیں

اک زمانے کے ادب کو کر گیا بیکس یتیم
آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمین

مر گیا نغمات ہندی کا مصنف مر گیا
ہو گیا قومی مبلغ راہی خلد بریں

کارواں کو جس نے بخشی نعمت "بانگِ درا"
اہل ہمت کو دیا ہے "بالِ جبریل" امیں

بے تکلف جو سنا دیتا تھا مشرق کا پیام
بے دھڑک شکووں سے کرتا تھا جہاں کو سرنشیں

تلخی آلام دنیا تلخی دور حیات !
جسکے "اسرارِ خودی" سے بن گئی ہے رنگیں

عصر حاضر پر لگائی جس نے وہ ضرب کلیم
ہیں منات و لات و دِاں سرنگوں اندوہگیں

زندہ جاوید کا جاوید نامہ دیکھنا
ہے گلستانِ تخیل میں جو فرحت آفریں

"پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" اُس نے کہا
اس مسافر سے رہا لرزاں دل متشرقین

مر گیا وہ نکتہ دانِ شرعِ اُمت کا حکیم
مر گیا ہیہات رومی کا مُرید جانشیں

مثنوی رُوم ہوگی مرثیہ اقبال کا
چشم نم سے آج اگر ہم نے اسے دیکھا نہیں

مر گیا وہ ترجمانِ فطرتِ انسانیت
جسکی ساری زندگی تھی ایک نظم دلنشیں

اُٹھ گیا اس بزم سے وہ خیر اندیشِ جہاں
خامۂ مہر و وفا کا تھا جو تابندہ نگیں !

فضلِ حق سے راز دار حکمت یورپ بنا
حیلۂ افرنگ پر اسکو ملی فتحِ مبیں

آہ وہ حامل تدبر تھا جسے قرآں میں
تھا جو شیدائے حدیثِ صدرِ بزمِ مرسلیں

مرد میداں صرف وہ شعر و سخن ہی کا نہ تھا!
تھا وہ دنیائے سیاست کا بھی ماہر بالیقیں

تھا وہ اک مرد مُجاہد عالم اِسلام کا !
گلشنِ مشرق میں پھیلی اس سے بوئے عنبریں

مر گئے علامہ اقبال آہ کیا کہہ دیا !
کام زندہ جسکے ہوں وہ مر بھی سکتا ہے کہیں

ہو گیا ہے ثبت مُہرِ عشق و اُلفت سے سعید
لوحِ عالم سے کبھی اقبال مِٹ سکتا نہیں

از جناب غلام یسین صاحب — لدھیانہ

نوحۂ اقبال

آہ! وہ پیغمبرِ مشرق! وہ بطلِ ایشیا!   چھوڑ کر بزمِ جہاں کو نوریوں میں جا ملا
آج اخوت رو رہی ہے ماتمِ اقبال میں   دل پھٹا جاتا ہے حلم و عظمت و ایثار کا
ہے مفسر کے لئے بیتاب تفسیرِ حیات   واقعاتِ زندگی کی بیتیں گوجیتا رہا
گھل رہے ہیں دل برنگِ شمع رنج و غم سے آج   پارہ پارہ ہیں جگر اقبال کے ماتم سے آج

مادرِ گیتی نہ پیدا کر سکے جس کی مثال   لے گئی ہے موت ہم سے چھین کر وہ باکمال
جس نے سلجھائے ہزاروں عقدہ ہائے زندگی   آج اسکی موت سے بے حل ہیں کتنے ہی اصول
تھا نئی تہذیب کا وہ ایک نقادِ عظیم   خامیوں کا چوکنا اسکی نظر سے تھا محال!
اس پہ آئینہ تھے سب اقوامِ عالم کے رموز   جانتا تھا کسطرح قوموں پہ آتا ہے زوال
بے نیازِ امروز و فردا سے تھی اسکی زندگی   اسلئے ہے جاوداں اسکے لئے تابندگی

محنت و سرمایہ کے عقدوں کو سلجھائیگا کون   بندہ و آقا کو رازِ زیست سمجھائیگا کون
کون چھیڑے گا حدیثِ سوز و سازِ عاشقی   اب ہمیں منزل کی سیدھی راہ دکھلائیگا کون
عالمِ اسباب کے مردہ دلوں کے واسطے   اب پیامِ زندگانی عرش سے لائیگا کون

پھر نہ ایسا مردِ کامل اس جہان میں آئیگا
مشرق اب نعم البدل اسکا کہاں سے لائیگا

اقبال کے مزار پر

از بزمی صاحب انصاری بی اے

حاضر ہوا میں شاعرِ مشرق کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اُس خاک میں پوشیدہ ہے وہ گنجِ معانی
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ مہرِ ضیا بار
اک ولولۂ تازہ دیا جس نے دلوں کو
غرناطہ و بیروت سے تا مشہد و قندھار
وہ صاحبِ اسرار کہ نغمات سے جس کے
حل ہو گئے صد عقدۂ پیچیدہ و دشوار

ناگاہ ندائے غیب سے کانوں میں یہ آئی
خوں کس لئے روتا ہے ترا دیدۂ خوں بار
تو کس کی جدائی میں ہے آشفتہ و غمگیں
بے سوز ہے کیوں آج تری آہِ شرربار
یوں عرض کیا میں نے کہ اے تاجورِ شرق
ویراں ہوا فلسفہ و شعر کا دربار!
رونق تھی تری ذات سے مسلم کے جہاں کی
تیرے نفسِ گرم سے تھی گرمیٔ احرار
اس دور میں زندہ کیا اسلام کو تُو نے
مردانِ گراں خواب کئے خواب سے بیدار
کی تازہ نئی روح جوانوں کے دلوں میں
ایمان کی دولت سے بھرا کاسۂ نادار
اب کس سے بیاں شکوۂ ابنائے وطن ہو
اب تو ہی بتا کون ہے ملّت کا نگہدار

کہنے لگا وہ صاحبِ اسرار و معانی
اس راز سے واقف ہے ترا قلبِ خبردار
خالی کبھی مومن سے یہ عالم نہیں ہوتا
اعدائے مومن دیں دار ہے اللہ کی تلوار
مومن کا نشاں یہ ہے کہ ہر حال میں اس کی
ہوتی ہے خودی مثلِ مہ و مہرِ نمودار
واقف ہو اگر لذتِ بیداریٔ شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُر اسرار

آغوش میں اسکی وہ تجلی ہے کہ جس میں کھو جائیں گے افلاک کے سب ثابت و سیارہ

ہیں تجھ میں نہاں ایک جہاں دیکھ رہا ہوں

ہر شاعر بیدار ہے خود صاحبِ اسرار

از معز حسین خاں

اقبال

متعلم ندوی

اکبر جادو نوا ہے دیر سے خُلد آشیاں ہو چکی خاموش مدت سے گرامی کی زباں

سو رہا ہے جوہر بیباک ارضِ پاک میں حشر محوِ خواب ہے ہندوستاں کی خاک میں

آج رخصت ہو گیا اس بزم سے اقبال بھی بن گئی تاریخ ماضی داستانِ حال بھی

آں حکیم ایشیا آں ترجمانِ دینِ حق! آں کلیم عصر نو آں شارح آئینِ حق!

آں نوا پرواز آں دانائے اسرار و رموز آں ملک پرواز آں بینائے اسرار و رموز

آں کہ رازِ زندگی بر دیدۂ انساں کشاد ملتِ ما را پیام زندگیِ تازہ داد

از نوا ہایش روحِ من در جسمِ من بیدار شد از جمالش دیدۂ من محرم اسرار شد

معنی حرفِ حیات و موت فہمیدم ازو ہر چہ دیدم در سرائے آب و گل دیدم ازو

آتشِ عشقِ نبی افروخت در پہلوئے من شد چراغ محفلِ عرفاں ضیائے روئے من

ملت ما را ز زنجیر اجل آزاد کرد

رفت از ما و کنارِ موت را آباد کرد

اب حیات و موت کے اسرار بتلائیگا کون عظمتِ اسلام کی تاریخ دہرائیگا کون

کون دہرائیگا اب افسانۂ طور و کلیم کون بتلائیگا اب اسرارِ قرآنِ حکیم

کون اب دیگا ہمیں پیغام فاروق و علی (رض) تو ہے فردوس بریں میں محو دیدار نبی (ص)

کس سے اب جا کر سنیں ترک و عرب کی داستاں　　کون دکھلائے ہمیں شانِ حجازی کے نشاں
کون دیگا اب خبر غرناطہ و بغداد کی　　اپنی دنیا تو نے گردوں سے پرے آباد کی
تیرے ماتم میں بسر کر دیں گے ماہ و سال ہم
روئیں گے صبحِ قیامت تک تجھے اقبال ہم

ماتمِ اقبال

از جناب حکمت اللہ صاحب اختر

اے فدائے قوم اے گرویدۂ بزمِ خیال　　باعثِ تنظیم و اسرارِ امینِ ذو الجلال
دل کو اب کیونکر گوارا ہو ترا حزن و ملال　　کر نہیں سکتا جہاں پیدا کوئی تیری مثال
جو ترا اقدام تھا وہ صادق الاقدام تھا
دوسرے لفظوں میں تو توحید کا پیغام تھا
فرطِ غم سے زیرِ لب آتے نہیں تیرے صفات　　انبساطِ روحِ مسلم تھی جہاں میں تیری ذات
تھی جو تیری ملتِ بیضا پہ چشمِ التفات　　ناز تھا تجھ پر جہاں کو اے غرورِ کائنات
اب کسی صورت سکونِ دل ہمیں حاصل نہیں
ہے برائے نام دل سینے میں لیکن دل نہیں
خوابِ غفلت سے کریگا قوم کو بیدار کون!　　اور مئے توحید سے ہم کو کرے سرشار کون!
ہو گیا اب اس سرزمین پر قوم کا غمخوار کون؟　　بزمِ عالم میں کرے تقریرِ آتش بار کون؟
سینۂ مسلم کو گرمایا ہے اس تدبیر سے
جل گئے دشمن بھی تیری گرمیٔ تقریر سے
قدیمانہ طور دیکھے ہیں ترے انداز میں　　اور ہوا ظاہر کبھی تو سوز بنکر ساز میں

کی کبھی تو نے تلافی پردہ ہائے راز میں   تیرا پیغامِ عمل تھا مختلف آواز میں

شور سے بانگِ درا کے جو خراب قوم ہے
تیرے شکوے کو نہ سمجھے جو وہ ننگِ قوم ہے

قوم آوارہ جنوں انگیز ہے تیرے بغیر   شیشۂ دل درد سے لبریز ہے تیرے بغیر
ساغرِ چشمِ وفا خوں ریز ہے تیرے بغیر   فطرتِ اقوام حیرت خیز ہے تیرے بغیر

کیوں نہ روئیں تو زمانے میں اولو العزم تھا
تھا اولو العزم بھی ایسا کہ جانِ بزم تھا

تیرا اخلاقِ حمیدہ کبر سے بیباک تھا   افتخار و بغض و کیں سے تیرا سینہ چاک تھا
جب تجھے دیکھا تو دردِ قوم سے غمناک تھا   سچ تو یہ ہے اصل میں تو معدنِ ادراک تھا

قوم کی بہبودیت ہی تیرے دل کا چین تھا
کسقدر یہ خوبصورت تیرا نصب العین تھا

فلسفہ داں شاعرِ اعظم سعادت کی دلیل   تجھ پہ پر مسلط تیرا اخلاقِ جمیل
یہ دعا اختر کی ہے بخشے تجھے ربِ جلیل   جانِ عالم بنکے تو آیا تھا اُردو کے خلیل

فطرتاً منسوب تیری ذات سے پیغمبری
حدِ امکاں تو نے توڑا ہے طلسمِ آذری

از جناب کلیم الرضا خاں صاحب

اقبال کی لوحِ تُربت

بُلبلِ گلزارِ مشرق افتخارِ ایشیا   تھا حیات افروزِ ملت نغمۂ دلکش ترا۔
اس جہانِ رنگ و بو میں کیا ہے تکمیلِ حیات   یہ حدودِ زندگی اور وسعتِ صد ممکنات

فطرتِ عالم کی فیاضی کا ہر ذرّہ ثبوت بخل کی یہ حد کہ ہر اک لب پہ اک مہرِ سکوت
عقلِ انساں کا تحیّر پردہ دارِ کائنات فلسفی کی انتہائے فکر اسرارِ حیات

اس قیودِ حکمتِ مغرب سے تو آزاد تھا
اپنی فطرت کی تجلّی زار میں آباد تھا

مغربی تہذیب کی یہ منزلِ وحشت اثر نوعِ انساں کی تباہی اس کا دن پیشِ نظر
جبر و استبداد کی دنیا میں طوفاں خیزیاں اور کمزوروں پہ مغرب کی یہ آتش ریزیاں
دعویٰ حق پروری حق کی پامالی کا دور رحم اور انصاف کے پردہ میں کمزوریاں یہ جور
بیکسوں کے نالہ و شیون سے اک شور شور مجلسِ اقوام میں باہم وہ تقسیمِ قبور

اس فریبِ عصرِ نو کو آشکارا کر دیا
پردہ تزویر تو نے پارا پارا کر دیا!

مستِ صہبائے حجازی واہ ری ہستی تری اک عطائے ایزدی دنیا کو تھی ہستی تری
تھا حیاتِ تازہ اک عالم کو پیغامِ کہن اک نئے انداز سے گردش میں تھا جامِ کہن
وہ تیری تعلیم خودداری ترا درسِ فنا ملتِ بیضا کو پھر دنیا میں زندہ کر دیا
مسلمِ جانباز کو تلوار کے سایہ میں عید غازۂ رخسارِ ملت قطرۂ خونِ شہید
مشرقِ خوابیدہ کو پیغامِ بیداری تھا تو مسلمِ ناکام کو اک دعوتِ یاری تھا تو

ملتِ بیضا کا غم کھانا تیری قسمت میں تھا
یہ تڑپنا اور تڑپانا تری قسمت میں تھا

حامئ تہذیبِ یثرب شاعرِ فطرت پرست بادۂ حبِ وطن سے ساقی ساغر پرست
آہ! اے اقبال اے ملت پرستوں کے امام اے فدائے حریت اے عاشقِ خیرالانام

تیری خاموشی بیانِ آرزو کی موت ہے
موت تیری اک جہانِ آرزو کی موت ہے

رو لے اب دل کھول کر اے مُسلمِ حرماں نصیب
چلدیا رہبر ترا پہنچا کے منزل کے قریب

ترجمانِ مشرقِ مظلوم رُخصت ہو گیا
نوحہ خوانِ ملتِ مرحوم رُخصت ہو گیا

آہ! سر محمدؐ اقبال مرحوم

از ملک عبدالمجید صاحب — محلہ سیٹھی

کیا بات ہے کہ آج طبیعت اُداس ہے
ہر چیز ایک پیکرِ اندوہ و یاس ہے

رہ رہ کے اُٹھ رہی ہے کلیجے میں ہوک سی
معمول سے زیادہ ہے کچھ دل کی بیکلی

آنکھوں کا حال وہ ہے کہ دیکھا نہیں کبھی
سوزِ دروں کی آگ سے اشکوں کی ہے جھڑی

دریا کو موج پاؤں کی زنجیر بن گئی!
دُنیا غم و ملال کی تصویر بن گئی!!

گل رو چمن سراؤں کے خاموش ہو گئے
سائے کی چادر اوڑھ سیہ پوش ہو گئے

رندوں کے حلقے میں صفِ ماتم بچھی ہے آہ
جام و سبو شکستہ ہیں اللہ کی پناہ

دردِ و الم سے حشر بداماں ہیں بحر و بر
گویا جہان عرصۂ محشر ہے سر بسر

آخر یہ بات کیا ہے قیامت ہے کیوں بپا
سر پہ زمین والوں کے کیا آسماں گرا

ہاں ہاں سنو سنو۔ وہ صدا آرہی ہے کیا
اقبال آج آہ جہاں سے گزر گیا

اے دل تڑپ تڑپ کہ تڑپنے کا ہے مقام
اے آنکھ خوں فشاں ہو کہ تیرا یہی ہے کام

سر پیٹ سینہ کوب ہو اے دستِ بدنصیب
ڈوبا ترا ستارہ تو پھوٹے ترے نصیب

اُٹھ اور پھینک جامۂ ہستی اُتار کے
ذرے اڑا دے پھر مری مُشتِ غبار کے

اقبال کے بغیر کہاں زندگی کا لطف !   بے آفتاب خاک ہے تابندگی کا لطف ؟

ہے نوحہ گر وطن کہ میرا قدرداں اٹھا   ہندوستاں سے عاشق ہندوستاں اٹھا
سارے جہاں سے اب مجھے اچھا کہے گا کون !   آزاد دیکھنے کو تڑپتا رہے گا کون ؟
اب کارواں کدھر ہو رواں راہنما نہیں   منزل ہے بے سراغ کہ بانگ درا نہیں

اسلام اپنی لے میں ہے یوں مرثیہ طراز   مضراب کا پتہ نہیں ٹوٹا پڑا ہے ساز !
نغمے خودی کے آہ سنائیگا کون اب   اسرار زندگی کے بتائے گا کون اب
جہد و عمل کا درس جو دیتا تھا چل بسا   جو کشتیٔ حیات کو کھیتا تھا چل بسا
دانائے راز عشق زمانے سے اٹھ گیا   سونا پڑا ہے میکدہ عرفانِ نفس کا

ہے دردناک عالم انسانیت کا حال   اس کی بہار دستِ خزاں سے ہے پائمال
ہیں نوحہ خواں غریب کہ اوتار اٹھ گیا   سب سے بڑا ہمارا مددگار اٹھ گیا
دکھڑا ہمارا کون خدا کو سنائے گا   رحمت کا مژدہ عرش سے اب کون لائیگا
حریت اور عدل کا پیغام کر اٹھا   رتبہ فراز مونسِ نوعِ بشر اٹھا

اردو ہے سوگوار کہ اجڑا مرا سہاگ   اقبال سر سے اٹھ گیا پھوٹے ہیں میرے بھاگ
پہنچا کے مجھ کو عرش پہ زیر زمیں چھپا   وہ خاتم سخن کا درخشاں نگیں چھپا

دنیائے فارسی میں قیامت بپا ہوئی ! — عشرت سرا جو کل تھی وہ ماتم سرا ہوئی

خاموش ہے نظیریؔ و رومیؔ کا ہم نوا — آتی ہے قصرِ شعر سے پیہم یہی صدا

اے وائے صدرِ محفلِ ایرانیاں نماند — اے وائے فخر و نازشِ ہندوستاں نماند

تو مر گیا ؟ نہیں نہیں زندہ ہے آج بھی — انجام کب ہے یہ تو ہے آغازِ زندگی

دامن ترا حیات کے پھولوں سے بھر گیا — تجھ کو کلام زندہ جاوید کر گیا

ٹکڑا بہشت کا ترا کنجِ مزار ہو !

دُر پاش ابرِ رحمتِ پروردگار ہو

علّامہ اقبال

از مجید صاحب

اللہ اللہ عجب شئے ہے بیانِ اقبالؔ — آسمان اوج ہے عالم میں نشانِ اقبال

سخنِ اقبال کا ہے روحِ روانِ اقبال — رنگ اقبال کا ہے مظہرِ شانِ اقبال

ایسے نقاش زمانے میں کہاں ہوتے ہیں

ترجمان ایسے کہاں فخرِ زماں ہوتے ہیں

شہرتِ اقبال کی کچھ شعلہ زبانی سے نہیں — شانِ اقبال کی نیرنگ بیانی سے نہیں

نامِ اقبال کا یہ شعلہ فشانی سے نہیں — دُھوم اقبال کی یہ حسنِ معانی سے نہیں

بلکہ اک ذات ہے وہ قوم و وطن کی ہمدرد

موجۂ بادِ بہاری ہے چمن کی ہمدرد

شوخیِ حسنِ تخیّل کی ادا کیا کہیئے ! — حسنِ گلزار کہ جنت کی فضا کیا کہیئے !

عرش پرواز ہے کیا فکرِ رسا کیا کہیئے — رنگِ فردوس تکلم کی ہوا کیا کہیئے!

موج ہے جسکی ہر اک غنچۂ دل کھلتا ہے
جادۂ منزلِ مقصد کا پتہ ملتا ہے!

بحرِ امواج معانی ہے کہ اک جوش میں ہے — رازِ احساس ہر اک موج کی آغوش میں ہے
جام جمشید کہ ساغرِ کفِ مے نوش میں ہے — کیف صہبائے سخن یہ ہے جہاں ہوش میں ہے

آپ کی فکر سے اقوام میں بیداری ہے
بزمِ ہستی میں نئے رنگ سے تیاری ہے

سخنِ روح فزا خضرِ حقائق بھی ہے — اور بھیرِ پردۂ در بزمِ علائق بھی ہے
سبق آموز بھی ہے حلِ دقائق بھی ہے — نافعِ خلق بھی مرغوبِ خلائق بھی ہے

بزمِ ہستی میں ہے اک محرمِ رازِ ہستی
آہِ دلسوز ہے یا نغمۂ سازِ ہستی

جذبہ انگریزی ایمان و رموزِ اعمال! — موجزن فکر سے ہمدوش ہے دریا کی مثال
عرش پیما ہے تگ و تاز میں پروازِ خیال — دورِ نیرنگ کا نظروں میں ہے مستقبل و حال

کشورِ رمزِ تمدن میں ہے یہ شاہِ عمل
رہرو راہِ بقا راہبرِ راہِ عمل

حسنِ فطرت کی اداؤں پہ نظر رہتی ہے — فکر کو فکر یہی شام و سحر رہتی ہے
روز و شب آنکھ غمِ قوم میں تر رہتی ہے — ہمتِ درد مگر سینہ سپر رہتی ہے

شاذ و نادر ہی ہوا کرتے ہیں انسانوں میں
ہوں جو دیوانۂ جہاں قوم کے دیوانوں میں

اک مصورِ رخِ فطرت کا ہے وہ لاثانی — کرتا زانوئے ادب طے اگر ہوتا پانی!
کھینچ دیتا ہے جو ہر نقشِ امید آسانی! — وہ روانی ہے کہ دریا بھی ہے پانی پانی

اک فسوں کار ہے فطرت کی اداکاری میں
اک بیداد ہے احساس کی بیداری میں

سحر و اعجاز ہے اک شیوۂ بیانی اُسکا — سیلِ مواج ہے اندازِ روانی اُس کا
کون ہے رفعتِ پرواز میں ثانی اُس کا — غیر فانی ہر اک نقشِ معانی اُس کا

شانِ اقبال ہے تا دورِ قیامِ دُنیا!
نامِ اقبال ہے جب تک کہ ہے نامِ دُنیا

اُسکی تعلیم ہے سرمایۂ تہذیبِ جہاں — اُسکی تلقین ہے تعمیرِ مکانِ ایمان
اُسکی تدبیر ہے صرفِ ادبِ کون و مکاں — اُسکی ترغیب ہدایت کی ہے ہر پیر و جواں

قابلِ قدر زمانے میں ہے ہستی اُسکی
باعثِ فخر زمانے میں ہے ہستی اُسکی

نکتہ بیں نکتہ رس و نکتہ بیاں ہے اقبال — آپ ہی اپنا زمانے میں ہمسر اقبال!
دُرِ مضمونِ معانی کا سمندر اقبال — عالمِ حسنِ تخیّل کا پیغمبر اقبال

صاف گو، واقفِ نیرنگِ طرازِ ہستی
ایک ہی ذات ہے سرمایۂ نازِ ہستی

اقبال کی یاد میں

از رضا صاحب ہمدانی

الاماں از جفائے چرخِ کہن — چاک جس سے ہے صبر کا دامن!

ہاتھ سے اس کے کس کو راحت ہے — جس کو دیکھو وہی اسیرِ محن
یک توسن ہوائی ہے !! — روند ڈالے ہزار ہا گلشن
خنجر ماہ نو سے کاٹتا ہے — ہر امید و فقیر کی گردن!
اس کے جور و ستم نے وا اسفیٰ — ہم سے چھینا ہے کردگارِ سخن
شمع مِلّت کا تھا جو پروانہ — جس کی ہر بات میں تھا خلقِ حسن
تھا جو منصور مِلّت بیضا — جس سے تازہ تھی رسم دار و رسن

قلب شاہیں کو چھیدنے والا
دل یزداں کریدنے والا!!

ہائے وہ گلعذار چھین لیا — رونق صد بہار چھین لیا
آج ہم سے وہ آفتاب سخن — فلک مجدار چھین لیا!
دستِ ظلم و ستم سے ظالم نے — ہند کا افتخار چھین لیا
جسکے سینے میں دردِ مِلّت تھا — ہم سے وہ غمگسار چھین لیا
تھا جو بحر علوم کا موتی! — وہ درِ شاہوار چھین لیا
خم عرفاں کے بادہ نوشوں سے — ساغر زرنگار چھین لیا
کیوں نہ سینے پہ ہاتھ رکھ کے چلیں — دِل کا صبر و قرار چھین لیا

بجھ گیا آہ وہ چراغِ سخن!
عرش پر جس سے تھا دماغ سخن

بادۂ خوشگوار تھا نہ رہا! — ساغر زرنگار تھا نہ رہا!
ایک رنگیں مزاج تھا نہ رہا — میکدے کا وقار تھا نہ رہا

صرصرِ موت نے جلا ڈالا — چمن پر بہار تھا نہ رہا
شاعری کے شراب خانے میں — ایک ہی میگسار تھا نہ رہا
لعل کا دل ہے خون اس غم سے — گوہرِ آبدار تھا نہ رہا
آتشِ خوں سے کھیلتا تھا مدام — زندگی کا شرار تھا نہ رہا
چمنِ نظم ہو گیا برباد! — برگِ گل پر نکھار تھا نہ رہا

نہ رہا شہسوارِ رزمِ سخن!
اُٹھ گیا زیب و زینِ بزمِ سخن

اقبال

از محمد خاں صاحب [illegible] بی۔ اے

اے زبانِ ملک والے بلبلِ ہندوستان — اے شہنشاہِ ادب بزمِ سخن کے حکمراں
ایک ہنگامہ ہے دنیا میں تیری اک دھوم ہے — گونجتے ہیں تیرے نغموں سے زمین و آسماں
بزمِ عالم میں غزل خوانی تری مشہور ہے — تسبیحاں پڑھتے ہیں تیرے نام کی کون و مکاں
کیف کا عالم ہے گلشن میں نوائے شوق سے — جھومتی ہیں ہر طرف فرطِ طرب سے ڈالیاں
ہر زبانِ برگ پر ہے مرحبا صد مرحبا — نغمہ گو تیری چمن میں طوطیاں او قمریاں

کون ہے جو نام سے تیرے نہیں یاں آشنا
کس کے کانوں میں نہیں بستی تری بانگِ درا

اہلِ مشرق کو جگایا ہے تمہیں نے خواب سے — عہدِ پیری کو بدل ڈالا ہے عہدِ شباب سے
تیری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا — عرش پر ہلچل ہے تیرے نغمۂ بیتاب سے
اے مغنیِ زماں اے شاعرِ آتش نفس — بجلیاں برسائے جا ہر جنبشِ مضراب سے

"آگ گردوں ہیں، لگائے پھونکے کون مکان
کسقدر دیرینہ ہیں اس آشیاں کی تیلیاں"

از جناب محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی

صفاتِ اقبال

موتِ اقبال ہیں مضمر ہے حیاتِ اقبال
اس لئے زندہ جاوید ہے ذاتِ اقبال

شعر لکھ لینا تو آسان ہے شاعر کیلئے
سخت دشوار ہے اظہارِ صفاتِ اقبال

ہوگیا زیر و زبر ملّتِ بیضا کا نظام
کم نہیں فتنۂ محشر سے وفاتِ اقبال

جس نے دنیا میں دیا کفر کو پیغامِ فنا
ہے اسی جذبۂ ایماں سے ثباتِ اقبال

کوئی بھی پا نہ سکا شاعرِ مشرق کا خطاب
یہ تو تھی روزِ ازل ہی سے براتِ اقبال

سینکڑوں عالم دیں بھٹکے رہ حق سے مگر
متزلزل نہ ہوا پائے ثباتِ اقبال

کوئی طوطی رہا محروم نہ شیرینی سے
پہنچی ہر ملک کے گوشہ ہیں نباتِ اقبال

گلشنِ طبع سخنور پہ رہے گی دائم
ترشحِ رگ ابر برکاتِ اقبال!

ماہرِ علمِ ریاضی بھی اگر ہو کوئی!
کر نہیں سکتا شمارِ حسناتِ اقبال

دلمیں رکھتا تھا جو وہ عشقِ شفیعِ محشر
کس لیے ہوتی نہ محبوب نجاتِ اقبال

از سید سرور شاہ صاحب

آہ ڈاکٹر اقبال

آج ویرانہ یہ عالم نظر آتا کیوں ہے
دل مرا غم کے فسانوں کو سناتا کیوں ہے

نغمہ ہائے غم و اندوہ کو گاتا کیوں ہے
مثلِ نخچیر شب و روز تڑپتا کیوں ہے

کسکی فرقت سے کلیجے میں رہا ہے نہ قرار
کیا ہے رخصت ہوا دنیا سے کوئی شہسوار

نہ مزہ جینے میں ہے اور نہ مرنے میں مزہ   کنج عزلت میں مزہ کام نہ کرنے میں مزہ
تارک دہر ہوں لیکن ہے نہ جینے میں مزہ   ساحلِ بحر پہ ہر گز نہ سفینے میں مزہ
کچھ مزہ ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں!
مرگ اقبال سے ہے آگ لگی سینے میں

آہ وہ فلسفہ داں شاعرِ دنیا اقبال   صدر بزمِ شعرا گوہر یکتا اقبال
صفحۂ خاک پہ ہر ایک کا پیارا اقبال   راحت قلب و جگر آنکھ کا تارا اقبال
عازم راہ بقا آج ہیں دنیا سے ہوئے
محفلِ دارِ فنا چھوڑ کے عقبےٰ کے ہوئے

شاعرِ بے بدلِ ہند نے ہم کو چھوڑا   رشتۂ الفت مخلوق کو اُس نے توڑا
دیکھ کر ترکِ وفا ہند سے ہے منہ موڑا   خلد میں جا گئے اس دار فنا کو چھوڑا
ہند والوں میں وفا کچھ بھی نہ اُس نے دیکھی
دیکھ لی کچھ جو رحمت وہ سدا سر پھیکی

تھی نہ مقبولیت منزل فانی منظور   تھا نہ حصن ہوس دہر میں ہرگز محصور
جو تمنا تھی اُسے یہ تھی کہ ہو رب مسرور   فیض سے رحمت کے ہو خلائق معمور
حامل نیک خصائل تھے نقائص سے پاک
مرحبا کہتے ملائک تھے اُسے بر افلاک

تاج والے ترا اقبال ہے جاوید اقبال   تو نہیں ساتھ ہے لیکن ترا خورشید اقبال

تیرا اقبال وہ اقبال کہ جمشید اقبال ! کانپتا رہتا ترے سامنے ہوں بید اقبال

تھی ضرورت تری ایام مصائب ہیں یہاں
ٹالنا تھا تجھے حوراں بہشتی کو وہاں ::

ہند میں مُسلم و ہندو کا ہے ہر وقت فساد بن ترے کون ہے وہ ہاتھ میں جو لیگا داد
کون سُن لیگا مُسلمان کی اب یاں فریاد ہو گا کس طرح نصائح سے پریشاں دلشاد

کچھ بتا یہ بھی کہ ہے کس لئے ہم کو چھوڑا
کیوں خفا ہم سے ہوا اور اُن سے ہی رشتہ جوڑا

تیز رفتار تھے تم پہنچ گئے محمل میں کچھ ٹھکانا نہ لیا تو نے کہیں منزل میں
ہے جگانے کے لئے بانگ درا محفل میں پھر بھی سوتے ہیں کچھ ایسے نہ ہو جنبش دل میں

تھی ضرورت تری اس دار سے معدوم ہوئے
چل دیئے ایسے کہ اِک ہستی موہوم ہوئے

بخت و اقبال ترے نام پہ ہوتے تھے غالب و ذوق سے بھی بڑھ کے رہا تیرا شمار
تیرے سینے میں سخن کا تھا بحرِ ذخار کیا فقط ہم کو دیئے اُس سے یہ قطرے دو چار

بارش رحمت حق ہو تیرے مرقد پہ صدا
فیض سے تیرے نصائح کے ہو معمور فضا

از ذکاء اللہ صاحب

اقبال

تضمین

ہے شاہ بازِ ارسطو جہاں میں رام ترا نہیں نہیں کہ ہے جبرئیل بھی غلام ترا
ہمالہ وار ہے معمورہ زمیں سے بلند سیاہ ابرِ فضا سے اُدھر مقام ترا

نہیں ہے زلزلۂ نوعِ آدمی سے پُرامن
گرچہ صخرۂ صمّا پہ ہے قیام ترا

سرشتِ نور، مگر نار در پہ ہے ناز تجھے
کہ اس سے لالہ مثال آتشیں ہے جام ترا

بھری ہے نَے میں تری صورِ زندگی کی نوا
ہزار حشر در آغوش ہے کلام ترا!

جہانِ پارہ کی دلبند ہے زبور تری
گرہ کشائے جہانِ عمل پیام ترا

فقط تھی خواب رُبا وہ تری ہی بانگِ درا
ہُوا ہے قافلہ جس سے سبک خرام ترا

ترے قلم نے کیا انکشافِ رازِ حیات
ہوا ہے نکتہ وروں میں بلند نام ترا

حرم سرائے ازل میں تجھے ہے رہ شب و روز
کہ دشتِ عقل و خرد میں ہے عشق امام ترا

پُر اضطراب تمنائے انقلاب تری
تری نظر میں ہے لنگ اسپِ صبح و شام ترا

اگرچہ حال پُر آشوب ہے، خوشِ استقبال
نوید عید ہے یعنی مہِ صیام ترا

کسی کی جلوہ گری کا ہے انتظار تجھے
تری نظر کی ہے آماجگاہ بام ترا

نہیں گر وہ مُسلماں ہی اک ترا ممنوں
تمام نوعِ بشر میں ہے فیض عام ترا

غضب کا بحرِ تخیّل ہیں تیرے جوش و خروش
نہیں ہے جسمیں تڑپ موج ہے وہ کام ترا

عمل کی اپنے تخیّل سے ہمسری کر دے
کہ ثبت صفحۂ ہستی پہ ہے دوام ترا

اقبال

از جناب بزمی صاحب (انصاری بی اے)

یہ راز بتایا مجھے اک زندہ ولی نے
اقبال ہے موجودہ زمانے کا مجدّد

ہر شعر میں پوشیدہ ہے گنجینۂ معنی
مردانِ ہنر کیش ہیں اس قول پہ شاہد

رکھتا ہے نہاں خانۂ لاہوت سے پیوند
مُلّا نے بتایا اُسے "زندیق و ملحد"

وہ مردِ مسلماں وہ اللہ کا بندہ! — آباد ہوئیں جس کی نواؤں سے مساجد
کرتا ہے عیاں سرِ نہاں رازِ خودی کو — وہ صاحبِ ایمان و صفا مردِ مجاہد
چھیڑا ہے سرِ پردہ افلاک کو اُس نے — ہیں اس پہ عیاں عرش کے اسرار و مقاصد
وہ مردِ یگانہ وہ ہر اک راز سے آگاہ — پیدا نہ ہوا اس جیسا سخنور کوئی شاید

اک ولولۂ تازہ دیا مردہ دلوں کو
شق کر دیا اشعار سے پتھر کی سِلوں کو

اقبال خُدا کے حضور میں

از ابوالفرات منیب بیجی صاحب

خدائے اکبر ...... سوال؟

بتا اے خاک کے پتلے مجھے کیا تو نے سمجھا تھا — بتا کیا سوچ کر تو نے وہ شکوہ میرا لکھا تھا
شکایت اور وہ جس نے ہلایا آسمانوں کو — ملایا خاک میں میرے کرم کی داستانوں کو
اور اس پر وہ جواب اُس کا کہ دنیا غرقِ حیرت ہے — خیالی ہے مگر حق ہے کہ رشکِ صد حقیقت ہے
شکایت کی مری تو نے زمیں کے رہنے والوں سے — لیا درسِ خودی تو نے خود اپنے دل کے چھالوں سے
کہیں باندھی ہے تو نے حضرتِ ساقی کی بے فیضی — کہیں ثابت کیا تو نے تخیلی کو سمندر کی
غرض جو بھی کیا دنیا میں وہ اچھا کیا تو نے — جوانوں کے دلوں میں جوشِ غیرت بھر دیا تو نے
مگر اے ابنِ آدم تجھ سے اک بے جا شکایت ہے — وہ یہ کہ تجھ سے بڑھ کے تجھکو انساں سے محبت ہے
بڑھایا فیض نے جہاں میں شان کو تیری! — تجھے انساں بنایا عقلمندی اور شاعری بخشی
دیا دل بھر کے احساسات اور وہ ہوش کی دولت — کہ نفرت سے تجھے نفرت ہو الفت سے تجھے الفت
مگر اے آدمِ خاکی بھلائے تو نے احسانات — کہ شکوے شوخیاں ہیں تیری فرمودات

زمیں کے رہنے والوں سے سخن کی داد لی تُونے
مرے بندوں سے جا کر دہر میں فریاد کی تُونے

کبھی جبریل کو چھیڑا کبھی آدم کو تڑپایا
کبھی توڑا ہمالہ کو کبھی شیطاں کو ٹھکرایا

تری تصویر نے بڑھ کے ہلائے دل یتیموں کے
ترے اشعار نے اُٹھ کے دکھائے دل غریبوں کے

تھی کہہ یہ تری غربت نوازی ہے کہ جلا دی
مرے دربار میں ہیں اشکِ مزدوروں کے فریادی

زمیں سے آنے والے اے زمیں کے شاعرِ اکبر
بتا اب شغل کیا تیرا رہے گا آسمانوں پر!

اقبال ...... جواب

مرے خالق مرے مالک مری تخلیق کے بانی
ترے ہی فیض نے بخشا تھا مجھکو حُسنِ انسانی

بجا ہے تو خدا ہے سب زمینوں آسمانوں کا
ترے ہی نام سے روشن ہے گلشن دو جہانوں کا

ترے ہی شوق کی تکمیل ہیں جتنے ترابی ہیں
ترابی تو کہاوت ہے حقیقت میں حبابی ہیں

ترا ہی ہے یہ سب کچھ مالکِ ہفت آسماں ہے تو
زمینوں کا شہنشاہ قاسمِ رزقِ جہاں ہے تو

مجھے انساں بنا کر عقل دی تھی کس لئے تُونے
اور اس پر شاعری بخشی تو بخشی کس لئے تونے

دیا دل تونے کیوں احساس کے قابل بھلا مجھ کو
وہ بچپن وہ جوانی وہ بڑھاپا کیوں دیا تونے

تری ہی دین کو ظاہر کیا میں نے زمانے پر
وگرنہ مستعد تھا آسماں بجلی گرانے پر

زمیں پر خوابِ غفلت سے جگایا تیرے بندوں کو
ہلا کر بازوؤں سے واں اُٹھایا تیرے بندوں کو

وہ شکوے شوخیاں خودداریاں وہ میری فرمودات
مرے مالک مرے خالق ہیں سب تخلیق احساسات

مئے توحید کے ساغر پلا کر آ رہا ہوں میں
تری دنیا کو مسجد میں بسا کر آ رہا ہوں میں

محبت گر نہ کرتا ساکنانِ دہر سے یا رب
تو ہوتے وہ مرے معیارِ انسانی کے قائل کب

محبت کیلئے تو نے اجازت دی ہے قرآں میں
محبت روح ہے جسکی جگہ ہے قلبِ انساں میں

یتیموں اور غریبوں کی وہاں کی رہبری میں نے | کہ شاعر بنکے کی ہے دہر میں پیغمبری میں نے
خودی جسمیں نہ ہو وہ تجھ سے مِل سکتا نہیں ملا | خودی ہوتی نہ گر مجھ میں تو رتبہ یہ کہاں پاتا
کیا یہ کام کرکے تیری دُنیا سے سفر میں نے | زمانے کو تجھے پہچاننے کی دی نظر میں نے

تیری تعریف کے اس آسماں پر گیت گاؤں گا
تری جنت کو اب میں اپنے سجدوں سے بساؤنگا

اقبال

از پروفیسر محمد عطاء الرحمٰن

[illegible]

پس از من شعرِ من خوانند و دریابند و می گویند
جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے
(اقبال)

موت پر اقبال کی سارا جہاں ماتم میں ہے | ذرہ ذرہ از زمیں تا آسماں ماتم میں ہے
کون اب سمجھائیگا مُسلم کو اسرارِ حیات | آشکارا کون اب کھولیگا رازِ کائنات
کون آدابِ جنونِ عشق اب بتلائے گا | کون اب اُلجھی ہوئی زلفِ ادب سلجھائے گا
خُون کے آنسو سے ہوگا کسکا دامن لالہ زار | جب نظر آئے گا تہذیبِ حجازی کا مزار

آہ! وہ پیمانہ بردارِ خمستانِ خُودی | جس نے دوڑایا رگِ مُسلم میں خونِ زندگی
بیخودی کے حلق پر وہ ایک خنجرِ بے نیام | شاعرانہ رنگ میں پیغمبرانہ ہے کلام
فلسفہ اس کا سراپا دعوتِ سعی و عمل | اس کی ہر تعلیم مستحکم ارادے سب اٹل
اس نے بتلایا کہ دُنیا میں ہمیں کرنا ہے کیا؟ | اُس نے سمجھایا ہمیں جینا ہے کیا مرنا ہے کیا؟
"برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی | ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی"

اس نے سمجھایا کہ مسلم کا وطن کیا چیز ہے — اس نے سمجھایا ہمیں کہ ربط جان و تن کیا چیز ہے
اس نے سمجھایا اخوت کیا ہے اور اخوت ہے کیا؟ — "ربط و ضبط ملت بیضا ہے کیا ملت ہے کیا؟
مسلم خفتہ کو اسکی نظم ہے بانگ درا — پشت غفلت کیلیے ہے تازیانہ بر ملا
جذبۂ پرواز کو ہر شعر "بال جبریل" — جذبۂ رفتار کو ہر شعر ہے "بانگ رحیل"
اژدہائے کفر کو ہر شعر ہے "ضرب کلیم" — وہ حقیقت اسکی سمجھے جسکا ہو قلب سلیم
مسلموں کو شعر اس کا نغمۂ داؤد ہے — شکل حرماں دور ہے بیم ورجا نابود ہے
اس نے کی اسلام کی شمشیر براں بے نیام — اہل مغرب کو سنایا اس نے "مشرق کا پیام"
خرمن عقل و خرد کو برق ہے اسکا کلام — صفحۂ گیتی پہ اس کا نقش ہے "نقش دوام"
موت سے اقبال کی خود زندگی شرمندہ ہے — آپ وہ زندہ ہے اور پیغام اسکا زندہ ہے
مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں — وہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں
کس قدر صادق ہے اسکا شعر اپنی شان میں — گونجتی ہے یہ صدائے غیب ہندستاں میں

روح کو بیدار کرتا ہے پیام اقبال کا
زندہ ہے اقبال زندہ ہے کلام اقبال کا

ماتم اقبال

از جناب تجلی صاحب[1] — غیر مطبوعہ

کس کے غم میں وقف شیون ہے فضائے باغ دہر — خون سے لبریز ہیں کیوں لالہ و گل کے ایاغ
آہ! اے اقبال اے مرغ نوا سنج حیات — ہو گیا محروم نغموں سے ترے مشرق کا باغ

---

[1] زبور عجم

شائقِ اسلام سے خالی ہوئی بزمِ وجود
میکدۂ ملت نہ کیوں ہو فرطِ غم سے داغ داغ
ہر نفس تیرا تھا ملت کیلئے یکسر پیام
تیری ہستی آخری دم تک رہی وقفِ بلاغ
تھا جو کل عقدہ کشائے کشمکش گاہِ حیات
پا گیا اب خود کشاکشہائے ہستی سے فراغ
الوداع! اے ملتِ اسلام کے روشن دماغ
الفراق اے عالمِ توحید کے چشم و چراغ

آہ! اب دنیا سے وہ اسرار کا حامل گیا
اس جہانِ آب و گل کا عارف کامل گیا

آہ! اقبال

از مولانا منظور احمد صاحب

(مصرعہ صدیقی مرحوم)

آہ اے اقبال اے شرحِ فرازِ زندگی
تھی تری فکرِ رسا معنی نوازِ زندگی!
کیوں نہ ہوں دل کشتہ بیدادِ نازِ زندگی
کر دیا تجھ کو اجل نے بے نیازِ زندگی

قوم کا شیرازۂ تنظیم برہم ہو گیا
جو ورق بیحد ضروری تھا وہی گم ہو گیا

اب کہاں موجِ نسیمِ فرحت آثارِ حیات
مٹ چکا ہے صرصرِ غم سے چمن زارِ حیات

قوم کی چڑھتی ہوئی ندی اُتر کر رہ گئی!
کشتیٔ اُمید سیلابِ فنا میں بہہ گئی

اب نکاتِ اتحاد کار سمجھائے گا کون
اب اڑی کے وقت میں اسطرح کام آئیگا کون
اب عنانِ قوم سے بیتاب ہو جائیگا کون
اب ہماری بہتری کی سعی فرمائیگا کون

مسلم ہندی کا سچا رہنما کوئی نہیں
ناؤ تو منجدھار میں ہے ناخدا کوئی نہیں

پیکرِ قومی کا اندازِ جوانی اب کہاں   چہرۂ مسلم میں رنگِ ارغوانی اب کہاں
وہ تقاضائے طلب وہ زندگانی اب کہاں   نوحہ خوانی کی گھڑی ہے نغمہ خوانی اب کہاں

آؤ مرگِ حشمت و اجلال کا ماتم کریں!
آؤ اپنی قوم کے اقبال کا ماتم کریں

یہ مصائب یہ پریشانی یہ اندوہ و ملال   یہ نوائے اہلِ ملت میں نمودِ اختلال
یہ زمانہ پہ عزیزانِ زمانہ سے جدال   یہ ہجومِ دشمناں یہ عالمِ قحط الرجال

بعد از اقبال کوئی رہبرِ منزل نہیں
کارواں کا جسم باقی رہ گیا ہے دل نہیں

نوحۂ اقبال

از سید ولایت حسین صاحب   تبسم ہمدانی

کس صدمۂ بیحد سے اڑا رنگِ چمن آج   پھرتی ہے پریشان سی کیوں بوئے سمن آج
کیوں دل ہے ہجومِ غمِ فرقت کا نشانہ   روتی ہے لہو کس کے لئے چشمِ زمن آج
ہر راہ روِ منزلِ ہستی ہوا مغموم!   ہر دل ہوا گہوارۂ افکار و محن آج
ہر سینہ ہوا تیرِ غمِ مرگ سے مجروح   ہر دل پہ ہوا بارِ الم عکس فگن آج
ہر آنکھ سے اک اشک کا طوفان اٹھا کر   اترا ہوا پھرتا ہے کیوں چرخِ کہن آج
صد حیف کہ رخصت ہوا اک قائدِ ملت   افسوس کہ دلگیر ہیں اربابِ سخن آج
رونق تھی اسی بلبلِ خوش لہجہ کے دم سے   اجڑا ہوا آتا ہے نظر باغِ کہن آج
جس فرد کے غم میں ہوا عالم تہ و بالا   سوتا ہے بہت چین سے وہ زیرِ کفن آج

اس خفتۂ مرقد کو کوئی آکے اٹھا دے

سوئی ہوئی تقدیر مسلماں کو جگا دے

اقبال پر دو آنسو

از جناب مرزا باقر علی صاحب زاہد حیدر آباد دکن

خون کے آنسو موت پر اقبال کی روتا ہوں میں / آج اے دل! بے نیازِ رنگ و بو ہوتا ہوں میں

حشر ہے لاہور میں پنجاب میں کہرام ہے / ان پہ کیا ہے منحصر دنیا میں اک ہنگام ہے

موت پر ہر اک تری آنسو بہاتا ہے یہاں / مضطرب تیرے لئے اقبال ہے سارا جہاں

موت یہ تیری نہ تھی اردو زباں کی موت تھی / موت میں پنہاں تری ہندوستاں کی موت تھی

اے علمبردارِ آزادی کہاں ہے تو بتا / تیرا یہ دعویٰ تھا ہے اقبال اک اہلِ وفا

خاک اڑاتی ہے تری فرقت میں اب اردو زباں / ہے یہی بس شعر ترا اسکی اب وردِ زباں

گیسوئے اردو ابھی منت پذیرِ شانہ ہے
شمع یہ جویندۂ دلسوزئ پروانہ ہے

پا کے عمرِ جاوداں ملکِ عدم میں تو ہے آج / تیرے اٹھ جانے سے دنیا میں ہر اک ہُو ہے آج

بے خبر دنیا سے ہے تو قبر کی آغوش ہے / روتے روتے یاں ہر اک غم میں ترے بیہوش ہے

عرش سے بھی کچھ ادھر تیری سدا پرواز تھی / کوکبِ افلاک تک پہنچی تری آواز تھی

تو نے بتلایا خودی سے ہے عبادت زندگی / تو نے بخشی ہند کے ظلمات کو تابندگی!

تو سدا دنیا کو پیغامِ عمل دیتا رہا / کشتیٔ اردو کو بن کر ناخدا کھیتا رہا

بعد غالب کے جہاں میں اہلِ فن کوئی نہ تھا! / آہ! اس دنیا میں شمعِ انجمن کوئی نہ تھا

جز ترے ہندوستاں کا پاسباں کوئی نہ تھا / لشکرِ اردو کا میرِ کارواں کوئی نہ تھا

یاد تیری حشر تک مشرق بھلا سکتا نہیں

تجھ سا پھر ہندوستاں اقبال پا سکتا نہیں

اقبال

از جناب منشی حبیب اللہ صاحب حجازی [illegible]

لوگ کہتے ہیں تجھے سفاک پیر آسماں — تجھ کو ظالم کہہ کے نالاں ہے ہر اک خورد و کلاں
تیری فطرت ہے کسی کا عیش بھاتا ہی نہیں — پھوٹ ڈالی دو کو یکجا تو نے بس دیکھا نہیں
جسطرف دیکھو الم کی ہے گھٹا چھائی ہوئی — بن گیا ماتمکدہ اک آن میں ہندوستان
آخرش کیا ہے سبب رنج و غم و اندوہ کا — ایک نے باچشم تر پوچھا یہ مجھ سے ناگہاں
سر سے پا تک دیکھ کر اس سے کیا میں نے سوال — سچ بتا اے بے خبر رہتا ہے آخر تو کہاں
آہ، تجھے بتلائیں کیا ہے باعث رنج و الم — جس کے غم میں آج ماتم کوش ہے سارا جہاں
شاعر مشرق تھا وہ کی جس نے اصلاح سخن — ماہر ہر علم و فن تھا شاعر جادو بیاں
فوقیت حاصل ہے اسکی سب پہ قومی رنگ میں — نکتہ سنج و نکتہ فہم و شاعر شیریں بیاں
فلسفہ منطق سے ہے لبریز ان کا سب کلام — خبر دیتی ہے تاریخ کی ہر نظم اُن کی بے گماں
نکتہ رس تھے آپ استاد فن شاعری — پر معانی اور مدلل آپ کا سارا بیاں
آہ، تو بے چین ہوگا نام سننے کے لئے — لے تجھے بتلائے دیتا ہوں نہو نالہ کناں
حسرتا واحسرتا نام ان کا سر اقبال تھا — چل بسے دنیا سے وہ آئی قضائے ناگہاں
کر گئے ویران وہ افسوس ہے بزم سخن — جنکے دم سے آجتک شاداب تھا یہ بوستاں

حشر تک اب حجازی وہ نکل سکتا نہیں۔
بہر مشرق جا کے مغرب میں ہوا ایسا نہاں

از طوطی ہند # مرثیہ حسرت مآل — مگنوں احمد اسحق صاحب

ادب کی روح فصاحت کی جان تھا اقبال   جواہراتِ معانی کی کان تھا اقبال
وہ فلسفی حقیقت بیاں تھا اقبال!   کہ فخرِ خطۂ ہندوستاں تھا اقبال
جہاں فانی میں ایسا تھا مہماں اقبال
کہ دیکھ درس بقا ہو گیا رواں اقبال

حیات اسکو ملی گو جہاں میں اکسٹھ سال   ہے اتنی مدت محدود گویا خواب و خیال
جو اہل قدر ہیں اُن کے دلوں سے پوچھے حال   کہ ایسے ہستی کے جانے سے گیا ہے شانِ ملال
وہ ہم سے لیلی گئی آہ بے بہا نعمت
کہ تا بزندگی جسکی نہ جائے گی حسرت

وہ فلسفی جلیل اور وہ شاعرِ اعظم   وہ ترجمانِ حقیقت وہ ایک ادیب اُتم
وہ نکتہ داں سیاست وہ خیر خواہ امم   ہو کون کون سی اُسکی صفات کا ماتم
نہیں ہے داغ یہ معمولی اسکی رحلت کا
وہ دورِ حاضرہ میں منتخب تھا اُمت کا!

وہ کر گیا ہے۔ اس عمر رواں میں وہ کام   نتیجہ ملک میں جن کا حسن رہیگا مدام
اگرچہ اس کی جدائی ہے موجب آلام   رہیگا صفحہ ہستی پہ اُس کا روشن نام
ہیں کارنامے تیرے زندہ ڈاکٹر اقبال
کہ فیض ہے تیرا پائندہ ڈاکٹر اقبال

نہیں ہے کم ترا اُردو و ادب پہ آج احسان   کلام نظم و نثر جسکی وہ شگفتہ زبان

رہیگا جاری تری روح پاک کا فیضان
مطالعہ سے ہوں مسرور جسکے پیر و جواں

ذخیرہ تیرا اسٹوڈنٹس کو ہے مایۂ ناز
ان کی اسٹڈی میں اس سے قوتِ پرواز

زبانِ حال سے ہے سخت کا شور و فغاں
مکان اُردو ترقی بھی آج ہے نالاں
ہے ساری انجمن اُردو ترقی گریہ کناں
زمیں کا قصہ ہے یہ بر سرِ زمیں لیباں

ترا کلام یہاں پر بھی ہے جواہر ریز!
ہر آنکھ کیوں نہ ہو اشکِ الم سے گوہر ریز

نہ پیدا ہوگا صدی میں بھی ایسا فردِ وحید
غرض کہ صدمۂ علامہ ملک میں ہے شدید
کہ ہم کو صبر کی توفیق دے خدائے حمید
دعا کرو یہی اسرار اُردو حضور مجید

تلاش کرکے تصانیف ڈاکٹر اقبال
حصول علم عمل کا کریں درست خیال

یہی مداوا ہے بس اس شدید حسرت کا
ابھی بدلی ہے اب اس کم شدہ ودیعت کا
ہمارے واسطے مرحوم ہر مصیبت کا!
علاج کر گئے تعلیم ملک و ملت کا

بغور دیکھو تصانیف ڈاکٹر اقبال!
جو دیکے ہے گئے تشریف ڈاکٹر اقبال

از جناب عبد الرحمٰن صاحب

اقبال

ترقی

تیرا وہ پُر درد نغمہ ہے نہ وہ آواز ہے!
آہ اے غمخوارِ ملت چپ ہے کیوں کیا راز ہے
بول کچھ منہ سے ذرا یہ کیا نیا انداز ہے
بے نیازِ نیش زخم آج تیرا ساز ہے

یہ نئی تمہید کیسی جس کا یہ آغاز ہے
دیکھ یہ تیری خموشی ہی تری غماز ہے

کون دیگا مُسلم خوابیدہ کو درسِ عمل
کون دہرائیگا اب تاریخ ادیان و مُلل
کون مُسلم کو کرے گا عقدہ مشکل کو حل
اک ذرا بہرِ خدا تو کنجِ مرقد سے نکل
یہ غضب کیا ہے کہ تو یوں محوِ خوابِ ناز ہے
تُو ہے چپ عالم ہمہ تن گوش بر آواز ہے

کیا نہ ٹوٹے گی کبھی یہ مُہرِ خاموشی تری
کیا نہ ہوگی دور مطلق اب یہ مدہوشی تیری
کیا یونہی قائم رہے گی خود فراموشی تری
کیا دکھائے گی ہمیں کچھ اور روپوشی تری
صاف کہدے کیا کوئی پوشیدہ ابھی راز ہے
آہ کیا ان خفتگانِ خاک سے کچھ ساز ہے

ناگہاں ہلنے لگی شہرِ خموشاں کی زمیں
لرزہ بر اندام تھے سارے مقابر کے مکیں
آئی مرقد سے صدا خاموش ہو کر دلنشیں
دیکھ لینا ایک دن تجھ کو بھی آنا ہے یہیں
میں ہوں صُمٌ بُکمٌ کیوں ہمیں بھی کوئی راز ہے
اپنا ہمدم ہے کوئی اپنا نہ یاں دمساز ہے

یاں سلاطینِ جہاں دل خستہ ہیں پامال ہیں
اپنے اپنے اس جگہ پیشِ نظر اعمال ہیں
اس جگہ کی اور باتیں اور ہی اقوال ہیں
ایک فقط ہم ہی نہیں یاں سینکڑوں اقبال ہیں
جامیؔ و رومیؔ نظامیؔ اور فخرِ رازؔ ہے!
سعدیِ شیراز ہے یاں حافظِ شیراز ہے

مُختلف ہے اس جہاں سے وُہ جہاں رنگ و بو
اور تھے واں جام و خم یاں اور ہیں جام و سبو

بادۂ عرفاں سے اس میں مست کرتے ہیں غنو
واں تو بھی پیمانگیٔ دیوانگی وہائے وہو

ہیچ اس بادہ کے آگے بادۂ شیراز ہے
یاں کے مستوں کی زباں اعجاز ہے اعجاز ہے

فخر ملت باد لے اقبال اے عالی مقام
تو نے پہنچایا ہے مسلم کو خدا کا وہ پیام
تا ابد زندہ ہے تو زندہ ہے یہ تیرا کلام
ہوگا زیب سرورق تاریخ عالم تیرا نام

بجلیوں کے تار سے مربوط تیرا ساز ہے
برق کو بھی تیری ضو افشانیوں پر ناز ہے

از جناب مولانا منظور احمد صاحب

اقبال

افسر صدیقی امروہوی

دنیا میں اگرچہ ہم نفس و ارباب سخن کا کال نہیں
اقبال مگر تھے اور ہی شے ہر قائل شعر اقبال نہیں
پیغام سے جسکے برق صفت ہوتی تھی نمایاں موج عمل
اب نغمہ فروش حب وطن وہ پردہ ساز قال نہیں
اقبال کی فکر عالی نے کھولے تھے سیاست کے عقدے
جو اہل نظر ہیں اُن کیلئے تفصیل ہے یہ اجمال نہیں
یہ سلسلۂ تحریک وطن، یہ کثرت فکر و رنج و محن
تھیں جس سے بہت سی اُمیدیں وہ آج شریک حال نہیں

افسوس حکیم اُمت کا اسوقت ہم میں اُٹھ جانا
اب اور کسی میں اے افسر یہ قوت استدلال نہیں

از جناب ماسٹر عبدالغفار الحی صاحب

اقبال

عنف

ہم کیا بتائیں کام جو دنیا میں کر گیا
اقبال اپنی قوم کے صدقے اُتر گیا!
احساس معنی قوم میں ایسا جوڑا ہے بے پناہ
گیا غم ہے چھوڑ کر جو بسر رہگذر گیا

کہتا تھا سچی بات وہ بیخوف و بے خطر — اس طرح نام اہل سیاست میں کر گیا
اس کی ہر ایک نظم ہوئی دلپہ زخمہ زن — تھا کون سا کلام کہ جو بے اثر گیا
اقبال کی وفات ہے ادبار کا نشاں — کیونکر نہ لرزیں پاؤں کہ ہاتھوں سے سر گیا
مجبور ہو رہے ہیں یہ کہنے کو سب کے دل — کیا خوب آدمی تھا جہاں سے گزر گیا

ایسا بشر ملے گا نہ غفار حشر تک
جو نام اپنی نظم سے دنیا میں کر گیا

اقبال

جناب سید لیاقت حسین صاحب تمنا

ہو گیا ویران تماشا اب جو اپنا چمن — باد صرصر نے بجھا دی حیف شمع انجمن
روز دیتا ہے نئے آزار ہے کیسا ستم — در پئے آزار ہے کیوں اندنوں چرخ کہن
آج کیوں ویران آتی ہے نظر بزم ادب — آج ماتم پوش کیوں ہیں ہند کے اہل سخن
چل بسا دنیا سے اقبال حزیں وا حسرتا — جس کے غم میں خون روتے ہیں محبان وطن
آپ نے پایا تھا کچھ ایسا رسا دل اور دماغ — شاعری تو کیا ایجاد بھی ایسی لگن
ملت بیضا میں دائم آپ رہتے منہمک — بہتری قوم ہو رکھتے تھے وہ حب وطن
ماہر علم سیاست واقف دیں متین — فلسفہ منطق غرض تھے ماہر ہر علم و فن
کیجیئے تعریف جتنی کم ہے اس مرحوم کی — ایسی ہستی پھر نہ پائیں گے محبان وطن
غیر ممکن ہے ملے اقبال کا نعم البدل — قابل تعریف ایسا شاعر شیریں سخن
یوں تو مرنا ہے سبھی کو کوئی بچ سکتا نہیں — کر گئے سونی یکایک وہ ہماری انجمن
تھا دل سے تمنا کی مرے اقبال کو — بخش دے جنت میں جا اپنے کرم سے ذوالمنن

جناب محمد اسمٰعیل صاحب

اقبال

شیخ

آہ اے اقبال اے شمعِ شبستانِ سخن
تیرے اُٹھ جانے سے بے رونق ہے ساری انجمن

تو ہی تو تھا نوبہارِ لالہ زارِ شاعری
کیوں نہ روئے خون تیری مرگ پر ہر اہلِ فن

یہ وہ صدمہ ہے کہ جو ہے دل گداز و سوزِ جاں
یوں تو صدمے روز دیتا ہے ہمیں چرخِ کہن

تیرے ہی بانگِ درا کی کارفرمائی ہے سب
کاروانِ قوم راہِ شوق میں ہے گامزن

تیرا پروازِ تخیل ہے کہ بالِ جبرئیل
تیرے الفاظِ تکلم ہیں کہ شمعِ انجمن

تیرے مرقد پر خدا کی رحمتیں برسا کریں
اور مجھ کو بخش دے اپنے کرم سے ذوالمنن

آہ اے شیخِ حزیں کیا کیا گناؤں ان کے وصف
اُن کے اُٹھ جانے سے خالی ہو گئی بزمِ سخن

جناب صادق حسین صاحب

آہ! اقبال

اجمیری

شاعرِ مشرق حکیمِ وقت اور شیریں زباں
یعنی وہ اقبال وہ سرِ نہاں کا رازداں

اللہ اللہ ان کا وہ طرزِ سخن زورِ قلم
حسن جوہر لذتِ باطن ہے جس میں بے گماں

ناخدائے کشتیٔ علم ادب اب چل بسا!
چھا گئی افسوس گلزارِ معانی پہ خزاں

اس زمانے میں جو تھا سرمایۂ نازِ وطن
مل گیا مٹی میں آج افسوس وہ گنجِ گراں

اب کوئی اقبال سا پیدا نہ ہوگا دہر میں
لاکھ گردش میں رہیں دن رات ساتوں آسماں

اُن کے اُٹھ جانے سے سونی ہو گئی بزمِ ادب
کیوں نہ روئے خون آنکھوں سے ہر اک پیر و جواں

ہے دعا اجمیریِ ناشاد کی حق سے یہی!

بخش دے اقبال کو بھی بہر شاہ مرسلاں

جناب سید منظور احمد صاحب

آہ! اقبال

منشی محمود حمدانی

تو حکیم نکتہ داں تھا با خدا اک مرد تھا — تیرے دل میں جذبۂ ملی تھا قومی درد تھا

گرمیٔ ایماں نے پھر اُن کو زندہ کر دیا — ایک مدت سے مسلمانوں کا سینہ سرد تھا

پھونک دی تم نے دلِ مومن میں رو دادل کی روح — گبر و ترسا و برہمن کا بھی تو ہمدرد تھا

آب آئی تیرے دم سے مشرقی تہذیب پر — تیری ہیبت نے کیا تہذیب کا منہ زرد تھا

قوم کو یہ فکر ہے تجھ سا کہاں سے لائیں گے

آہ! اے اقبال اپنی شان کا تو فرد تھا

جناب عابد حسین صاحب عابد

اقبال

حوروں کو آرزو تھی مومن کی شان دیکھیں — یہ مرگ ناگہانی ہے صرف اک بہانہ

فانی چمن سے نکلا باغِ جناں میں پہنچا — تبدیل کر دیا ہے بلبل نے آشیانہ

اپنے کلام میں وہ موتی لٹا گیا ہے — اور دے گیا ہے ہم کو اک بے بہا خزانہ

ہے قوم کو ابھی اک اقبال کی ضرورت — بے وقت بن گیا ہے وہ موت کا نشانہ

عابد کی یہ دعا ہے وہ دن خدا دکھائے

ہو قوم کی زباں پر اقبال کا ترانہ

جناب شیخ احمد حسین صاحب — اقبال — اختر نارووال

کس کے مرنے نے زمانہ کو تہ بالا کیا
کس کی فرقت نے مسلمانوں کا دل چھالا کیا
کس کی رحلت باعث رنج و الم ثابت ہوئی
کس کے باعث چشم دل مصروف غم ثابت ہوئی
آہ کس کی موت نے اسلام کو تڑپا دیا
اور رسول اللہ کے احکام کو تڑپا دیا
کس کے غم میں آج مصروف فغاں ہے چشم دل
کسکی رحلت کے سبب سے خونفشاں ہے چشم دل
کس کے مرنے سے ہوا پیدا جہاں میں انقلاب
خاک سے تا آسماں کون و مکاں میں انقلاب
کس نے تازہ روح پھونکی مردہ انسانوں میں تھی
کلمہ گویان محمد کیا ہے نیم جانوں میں تھی
ماہتاب علم و حکمت آفتاب حسن عشق
صاحب عز و شرف عین شباب حسن و عشق
یاد دلوائے ہمیں بھولے سبق اقبال نے
کیا الٹ کر رکھدیئے پچھلے ورق اقبال نے
گو نگاہوں سے نہاں ہے زندۂ جاوید ہے
اس کا ہر اک شعر اسکی موت کی تردید ہے
خود وہ مردہ ہے کہ جو مردہ کہے اقبال کو
سر پہ رکھو اس شہید قوم کے اقوال کو

مانگ اختر حق تعالے سے دعا اس کیلیئے
قبر پر تا حشر بارش نور کی ہوتی رہے

جناب خواجہ دل محمد صاحب — اقبال — رہبر

شہنشاہ اقلیم معانی اقبال
دانائے رموز آسمانی اقبال
احباب کو مرثیہ پہ اصرار ہے کیوں
رکھتا ہے حیات جاودانی اقبال

(۲)

پیغام پہ پیغام چلے آتے تھے　　انعام پہ انعام چلے آتے تھے
بے تار کا سلسلہ تھا جبریل کیساتھ　　الہام پہ الہام چلے آتے تھے

(۳)

اقبال تھا آشفتہ گیسوئے حجاز　　اقبال شہید تیغ ابروئے حجاز
مرقد میں بھی انتظار باقی ہے اسے　　سرمایۂ جوش زندگانی ہے یہی

(۴)

گفتارِ کلیم ہے کلامِ اقبال　　پیغامِ حکیم ہے پیامِ اقبال
سرمایۂ خوشش زندگانی ہے یہی　　گر دل میں ہو سوزِ ناتمام اقبال

وصالِ اقبال

جناب مولانا نشتر صاحب جالندھری

(۱)

دنیا سے اٹھا راج دلارا اقبال　　نظروں سے چھپا آنکھ کا تارا اقبال
ہر لحظہ ہے یوں نوحہ سرا مادر ہند　　پیارا اقبال ہائے پیارا اقبال

(۲)

اسرارِ خودی کسے کون سمجھائیگا؟　　خود تڑپے گا کون کون تڑپائے گا؟
اسلام اسی غم میں گھلا جاتا ہے!　　دانائے رموزِ عشق کون آئے گا؟

(۳)

محسود شہاں مردِ قلندر نہ رہا　　محکوم کا مظلوم کا داور نہ رہا

یوں مرثیہ خواں ہے عالم نوعِ بشر — آزادیِ انساں کا پیمبر نہ رہا

(۴)

اے شاعرِ اعظم تو کہاں ہے ہیہات — اب زیرِ زمین وہ آسماں ہے ہیہات
بے سر میں ہو گئی ہوں اے سرِ اقبال — اردو یوں آج نوحہ خواں ہے ہیہات

(۵)

اقبال تبا فنت دلیش اسال آ وائے — شیریں ادب گشت تو بو حال اے وائے
محشر یہ جہاں پارسی برپا شد
اے وائے فدائے شعرِ اقبال اے وائے

اقبال

جناب حکیم محمد نعمان صاحب ساجد

(۱)

آہ! مدفوں ہوا شعر و سخن کا اقبال — رشکِ گلزار ہوا گورِ و کفن کا اقبال
شوق پرواز میں اب روح فلک پیما ہے — مرگِ اقبال سے ہے چرخ کہن کا اقبال

(۲)

موت ہے شعر و سخن کی نہ وفاتِ اقبال — آہ! پیدا ہوں زمانے میں صفاتِ اقبال
جسم مردہ ہے مگر نام ہے اسکا باقی — موتِ اقبال میں مضمر ہے حیاتِ اقبال

اقبال

رباعی جناب شیخ احمد حسین صاحب

پژمردہ ہے محفل کوئی خوشحال نہیں ہے — جبریل تو موجود ہے پر بال نہیں ہے

اسرارِ و رموز آج ہیں بے خودُ اختر　　شکوہ جو کرے حق سے وہ اقبال نہیں ہے

اقبال

جناب ابو الفیاض　　زیبائے لشوق تونکی

یُوں کہنے کو کہلاتے ہیں سب ہی انساں !
اقبال سا انساں ہوا ہم سے نہاں !
یہ موت حقیقت میں ہے اک قوم کی موت
اب اس کی تلافی کا نہیں ہے امکاں !

اقبال

جناب مجید صاحب　　لاہوری

مدفن ہے ترا مخزن سرمایۂ احساس　　اس چشمۂ عرفاں سے بجھاتا ہے جہاں پیاس
ہوتی ہے یہیں بارشِ انوار الٰہی !　　مرداں حق آگاہ کا جمگھٹ ہے ترے پاس

(۲)

کاشفِ حکمت فطرت ہے کلام اقبال　　زیست کی رُوح سے لبریز پیام اقبال
وہ درخشندہ رہے گا صفت مہر منیز　　ثبت بر صفحۂ عالم ہے دوام اقبال

شاعرِ وطن

جناب مجید امجد صاحب　　بی اے

فروغ مطلع اُمید ہے تُو !　　جہاں میں زندۂ جاوید ہے تُو !
جو سچ پُوچھے تو تاریخ امم میں　　نئے اک دور کی تمہید ہے تُو !

تھی برق آواز تیری رُوح کی نے
تھی فکر افروز تیرے شعر کی مے
جہاں تو کیا، تو ابر واز اسرار
حریم ذات میں میں گونجی تری نے

ترا ہر شعر سازِ قدس کا راگ!
ترا الہام احساسات کی آگ!
تری آواز مشرق! نیند کو تیاگ
ترا پیغام اروح ایشیا جاگ!

تو ہر دو سرائے آشنا تھا
خودی کے ارتقا سے آشنا تھا
مقام کبریا کو جانے والا
مقام کبریا سے آشنا تھا

سرودِ زندگی گائے گا پھر کون؟
دل کو بھی گرمائے گا پھر کون؟
ترے بعد اے حکیم فقر مسلک
خودی کا راز سمجھائے گا پھر کون؟

چمن میں مثل شبنم رہ گیا تُو
گلوں کے داغِ سیما دھو گیا تُو!
جگا کر خواب محکومی سے ہم کو
خود آغوش عدم میں سو گیا تُو!

قفس میں رہ کے اے مرغ چمن زاد
ہلا دی تُو نے طرح جور صیّاد
سُنایا تو نے آزادی کا نغمہ
غلاموں کے وطن کے رند آزاد

بہت دور اب نہیں کچھ وہ زمانہ
مٹے گا جب غلامی کا فسانہ

تڑپ کر، جھوم کر، گنگا کی ہر موج الاپے گی ترا قومی ترانہ!
جہاں میں دور ابھی آئیں گے لاکھوں فلک کے ملو ابھی آئیں گے لاکھوں

نہ آئے گا کوئی تجھ سا سخن ور
سخنور اور بھی آئیں گے لاکھوں

اقبال

جناب توحید صاحب ندوی

(۱)

تھا قافلۂ حجاز کو بانگ درا اور غزنوی و ایاز کو بانگ درا
جبرئیل کے بال سے بھی اسکی پرواز تھا قطرہ مگر جہاز کو بانگ درا

(۲)

اک ہوک اٹھی جہانِ مسلم تڑپا اور ہو گیا رنج و غم کا عالم برپا
مردہ نہ سمجھ کہ جی اٹھا ہے اقبال شیدائے مجاز عاقبت میں پہنچا

(۳)

اسرار کلام مصطفےٰ جانتا تھا اسلام کو کیا کہوں وہ کیا جانتا تھا
غالب ہوا اس پہ کسی غیر کا رنگ حق کہتا تھا اس کو برملا جانتا تھا

(۴)

اقبال طلب ہے گر تو اقبال کو دیکھ فطرت کی رموز آشنا چال کو دیکھ
اے مرغ ہوش عاقل و فرزانہ نشیں دانے کو نہ رکھ پیش نظر جال کو دیکھ

یادِ اقبال

جناب عنایت اللہ خاں عنایت میونسپل کمشنر بنگورکے سیدپور

آج کچھ آئینہ دل میں وہ حیرانی ہے
قلبِ ہستی کا تاثر سے جگر پانی ہے
باغِ عالم میں اب اقبال کے نہ ہونے سے
بوئے گلہائے چمن وقفِ پریشانی ہے

(۲)

آج افسردہ ہے کچھ ایسی طبیعت اپنی
غم کے آنسو ہیں کہ یا چشمِ عقیدت اپنی
آہ اقبال ترے صدمۂ جانکاہ سے آج
موجۂ غم میں گھلی جاتی ہے راحت اپنی

علامہ اقبال

الحاج بابو عبد اللہ حسن صاحب امرتسری

(۱)

"گرامی ہند علامہ اقبال از جہاں رفت"
۱۳۵۷ھ

(۲)

"رحلت مقبول دوراں علامہ اقبال"
۱۳۵۷ھ

(۳)

"حیف فصیح زماں محمد اقبال از جہاں رفت"

۱۳۵۷ھ

منظوماتِ فارسی

سرشکِ زادِ ملال دریادِ اقبالؒ

حضرتِ اقبال

جناب ذکاء اللہ صاحب تبسم

جہاں غلام کدہ ہست، و اندر اُو اقبال ‏ بسانِ مردمِ آزاد زندگی کردہ است
بداد مردہ جہاں را پیامِ جاں پہ در ‏ دریں زمانہ، بگوئیم پیمبری کردہ است
دلم عزیز ترش بعد مصطفیٰ دارد ‏ کہ رازِ دینِ محمدؐ مرا جلی کردہ است
مرا خمار ہو اللہ زصافِ ساغرِ اوست ‏ ز دردِ صوفی و ملّا مرا غنی کردہ است
قضا چہ کرد زمرگِ قلندرِ دانا!
جہاں زمیکدۂ آتشیں تہی کردہ است

بیادِ شاعرِ مشرق

جناب عاشق محمد صاحب غوری بی۔ اے۔ لاہور

سفر ز عالمِ فانی نمودۂ امروز ‏ بجانِ ما غمِ تازہ فزودۂ امروز
بجائے آب ز چشمش ہمے چکد خوناب ‏ بزخمِ سینۂ ملّت چہ سودۂ امروز
قیاس کن ببرم بگذرد چہا امشب ‏ مرا تو منظرِ محشر نمودۂ امروز
چرا نہ اہلِ نیازت زنند جامِ سرشک ‏ کہ زیبِ محفلِ ایشاں نبودۂ امروز
پیامِ زندگی بر ہر نفس ہمے دادی ‏ چہ شد کہ تابِ دلِ ما ربودۂ امروز
رحیلِ تو دلِ مشرق را شرحہ شرحہ نمود
مگر شکیبِ دلش آزمودۂ امروز؟

مرگِ اقبال مرگِ شعر بود

جناب مرزا بیضا خان صاحب [illegible] تبریزی

رخت بربست تاجدارِ سخن | چوں نہ ویراں شود دیارِ سخن
حرفہا شد سیاہ پوش ہمہ | از غمِ مرگِ شہریارِ سخن
چرخ باشد عدوے اہلِ کمال | خاک بر فرقِ روزگارِ سخن
مرگِ اقبال مرگِ شعر بود | ہاں مزارش بود مزارِ سخن
ہست طاری سکوتِ مرگ بباغ | آہ خاموش شد ہزارِ سخن
شعرِ اقبال نقدِ دار الضرب | پُرسی از ما اگر عیارِ سخن
قلبِ اعدائے دیں بکردِ دونیم | خامہ اش بود ذوالفقارِ سخن
گر سوارے نبود چوں رُستم | گو چو اقبال شہسوارِ سخن

قدرداں رفت لطفِ شعر کجا
گشت بیضا خزاں بہارِ سخن

اقبال زندہ باد

جناب علامہ عبداللہ صاحب بغدادی

مرداں کہ جاں بحضرتِ جاناں سپردہ اند | در راہِ زندگانیِ جاوید مردہ اند
آزادہ را کلاہِ کرامت بسر نہند | افتادہ را بہ اَنتُمُ الاَعلَون بُردہ اند
آموزگارِ خواجگی و بندگی نواز | خود راز جاکراںِ محمد شمردہ اند
تقدیر را کنند بہ تدبیر سازگار | حرفِ غلط ز لوحِ زمانہ ستردہ اند
سر زیرِ پائے خواجہ بدر رو اُحد نہاد

اقبال لابقا شد و اقبال زنده باد

جنابِ اسلام صاحب

فقید الشرق

کاہنسہ

چه خوش گفت اقبال آں خاک زاد   که رحمت بر آں تربتِ پاک باد!
نمے دانم از کیش پیغمبر است   که هر رمزِ او بُرّش خنجر است
خدائے سخن بود و ابراز کرد   ثرے تا سرِ عرش پرواز کرد
ز آرائشِ گیسوئے مشکبار!   خروج سپه سر بکف در قطار
چه رم کرد در دشت اقوامِ شرق   که از چشمکش غرب شد زرق برق
ز آئینِ کلیمیں فراموش نیست   لبِ قدر تنش بسته خاموش نیست
به پروازِ خود و ملک کرد آب!   کلامش قمر مرکبش آفتاب
چه مرغ خوش الحاں بانگ درا   عقابے ابر سدرة المنتهیٰ!
بضربِ کلیمے چه فرعوں شکست   چو اعجاز دوش بالِ جبریل گشت
سروشش تخیل زد ز سارکوس   ستاده به آرد سخن چوں عروس
بچشمش ز لاهوت خورشید وش   پرِ او تجلی کرده رمزِ نقش!
رود آید از سور به دوشش هوش   بخندید مشاطهٔ خفته گوش
ز دستِ اجل بادهٔ ناب دُرد!   شنیدم که اقبال شعر ببرد

ز شمشیرِ اسلام ظلمت شکست .
چه اقبال آمد چه اقبال رفت .

واردات قلب

چودھری خوشی محمد صاحب

در مسافر زد نوا اقبالِ ما — آن قتیلِ خنجرِ مہر و وفا
"اے ترا ہر لحظہ فکرِ آب و گل — از حضورِ حق طلب یک زندہ دل
آن دلِ زندہ اگر آری بدست — وارہی از فکرِ این بالا و پست"
جانِ من قربانِ حرف و صوتِ او — اشکہا از دیدہ ریزم جو بجو
در مسافر نعرۂ زد این چنین — گشتہ ام دیوانہ زین حرفِ یقین
"از تب و تابم نصیبِ خود بگیر — بعد ازین ناید چو من مردِ فقیر"
در غمِ او گشت بریان جانِ من — خون چکد از دیدۂ گریانِ من
کشتۂ شیرین کلامش گشتہ ام — بیخود و سرمستِ جامش گشتہ ام
"خرقۂ خود بار است بر دوشِ فقیر — چون صبا جز بوئے گل سامان مگیر"
از سرودِ اوست جانم بیقرار — در مقالش چشمِ من شب زندہ دار

مے ز تاکستانِ حق افشردہ رفت
عاشقی با مصطفیٰؐ پروردہ رفت

نوحۂ اقبال

جناب سردار اللہ نواز خاں صاحب

چیست آن لفظِ محبت کہ مرا یاد آمد — "نالہ در نالہ فریاد بفریاد آمد
حسرتا از سرِ ما عزت و اقبال برفت — وائے دردا کہ فلک بر سرِ بیداد آمد
طرحِ یک آشیانہ نہ چیدیم کہ برقش افتاد — صیدِ یک نالہ نہ کردیم کہ صیاد آمد

خاتمِ مُہرِ سلیماں کہ از دست فتاد گنج بادآورِ ما بود کہ برباد آمد!

وائے اقبال دو سہ روز دگر نیز نزیست
زحلِ نحس بیک بُرج بجلاد آمد[1]

یادِ اقبال

خانصاحب قلندر علی خاں قلی بہیرا ے ایمل ایل پنجیر

رفت از سرائے عالمِ اقبالِ نامور کز رحلتش زمینِ سخن شد غریب تر
آں صاحبِ کمال عزیزِ جہاں کہ رفت شد جاگزیں بہ مسندِ ممتاز بیشتر
زندہ است نامِ خسروِ اقلیمِ شاعری کردش بقا ز شہرتِ جاوید بہرہ ور
اکنوں کہ در منازلِ فردوس شد مکیں مانند بزیرِ لطفِ شہنشاہِ بحر و بر

تدریں نگار حضرتِ اقبال بُد ولی
زنشد مداحِ خاورِ رحمت بہ سیم و زر

نذرِ اقبال

جنابِ حکیم خورشید حسین صاحب خورشید نیبوری

مولوی در قال بود اقبال اندر حال بود قوم من اقبال بود و ملتم اقبال بود
فلسفہ تلقین کرد و حکمت دیں گفت ہم لفظ لفظش جملہ ہر تفسیر قرآں داں بود
ضیغمِ اسلام بطلِ حریت دانائے دیں اندر عالم تاجِ ملت را سر اقبال بود
دانشِ اندر علمِ مذہب بود و شرحِ مستقیم بے تامل مشکلاتِ فہم را حلّال بود

---

[1] زحل کہ نحسِ اکبر است با مریخ کہ او در اجلاد فلک ہم گو بند واد نحسِ اصغر است چوں بیک برج قرآں می یابد اثرِ نحوستِ تمام دارد و نقلِ مقارنہ از جملہ نقلات موثر ترین است

رحمت حق تربتش را همقریں بادا مدام — و ز نکوکاری نشر دیں پئے فعال بود
میکنم خورشید مدحش ختم بر یک تہلۂ
بہر قوم اقبال بود و بہر دیں اقبال بود

آہ علامہ سر محمد اقبال رح

جناب مدار اللہ صاحب — مدیر بیرنگ

بر بہارستانِ ہند آمد خزاں — بلبل و گل گشت مصروف فغاں
منظرِ گلشن کہ دل افروز بود — شد ہنوز از برگ ریز آشوب جاں
ہر طرف قمری نوائے غم زبر — عندلیب از ہجر گل نوحہ کناں
آہ آں سلطانِ اقلیم سخن — حضرت اقبال میر کارواں
آہ آں خورشیدِ گردون جلال — در شبستانِ بقا شد جاوداں
داد مشرق را پیامِ زندگی! — آشکارا کرد اسرار نہاں
شمعِ دین افروخت بہ دنیائے نو — داد بر تصدیقِ ملت صد نشاں
شعر را اعجاز و نبوت بنگر لیست — بحرِ حکمت بود شعرش بیگماں
در چنیں الحاد پر در دور ہند — بود دینِ مصطفےٰ را پاسباں
آہ ایں نایاب انساں زفت رفت — حسرت و غم میکند ہندوستاں
از صمیم قلب گویم با خدا — رحمتے فرما بر آتش بے کراں

• ثمرودِ رفتہ •

جناب سید فیضی صاحب — حاجی بند حیدری

حضرت اقبال آں معجز گرے — در جہانِ شاعراں پیغمبرے

شاعرِ مشرق، حکیمِ باکمال! — آسمانِ دولتِ سلیماں گوہرے
ظاہرش مانند باطن خوش نظر — باطنش از ظاہرِ اُو خوشترے
مست از صہبائے اللہ الصمد — کسوتِ لا تقنطوا اندر برے
راست ایں باشد کہ گوئی نورِ جاں — از شعاعِ مہر و مہ روشن ترے
آنکہ در نگہش نیرزد قیصری — بہ زِ مکرِ تاجرے، سوداگرے
آنکہ بُد ضربِ کلیمش در جہاں — بہرِ فرعونِ فرنگی خنجرے
آنکہ خوردہ از سبوئے لا الٰہ — ساتگیں آسا لبالب ساغرے
ملتِ اسلام را الطبلِ جلیل — شاعرِ حریت آں جادوگرے
غافل از خود در جہانِ بیخودی — خوش سرود ایں شعرِ حسرت پرورے

غرقِ دریا طفلک و برنا و پیر
جاں بساحل بُرد یک مردِ فقیر"

یادِ اقبال رح

جنابِ آغا صادق حسین صاحب

بخاطر نیارم بد اندیش را — بہ مستی نگارم دلِ خویش را
خراباتِ معنی ولم کردہ اند — بہ صاحبدلاں منزلم کردہ اند
ز شمعِ حرم سوز پروانہ ام — بہ عرشِ بریں جذبِ مستانہ ام
شرر خیز و سر تیز صہبائے من — خرابِ تجلّی سراپائے من
نشاید کہ بانگِ تعلّی زنم — بہ اوجِ ثریا کشم گردنم
ولے ناز فرمائی من بجاست — تفاخر نہ از روئے کبر و ریاست

ـ چو از من نیاید شوم پاکباز ‌‌ ‌ بر پاکبازاں بیارم نیاز
سرایند در بوستاں ہمصفیر ‌ ‌ ‌ برو دامنِ رہ شناسے بگیر
"چو سعدی کہ گوئے بلاغت ربود ‌ ‌ ‌ در ایام بوبکر بن سعد بود"
بدورانِ خود آفریں گفتہ است ‌ ‌ ‌ چو امروز گوئم ہمیں گفتہ است
ہمانا بنازم بدورانِ خویش ‌ ‌ ‌ ازیں گشتہ ام من ثنا خوانِ خویش
مرا آفریدست پروردگار ‌ ‌ ‌ در ایّام اقبالِ معجز نگار
خمِ آتشم اقبال پیمانہ ام ‌ ‌ ‌ نگاہش دہد رقصِ مستانہ ام
ز انوارِ آں آفتابِ سخن ‌ ‌ ‌ شدہ شعلۂ طورِ جاں در بدن
چو از چشمِ او اشک ہا بر چکید ‌ ‌ ‌ سراپائم از دردِ ملت طپید
پیامش جہاں را رواں دادہ است ‌ ‌ ‌ بگیتی بہارِ جناں دادہ است
از و بت گراں بت شکن آمدہ ‌ ‌ ‌ ہمہ روئے گیتی وطن آمدہ
اذاں دادہ او بر سرِ سومنات ‌ ‌ ‌ ادا کردہ با برہمن ہم صلوات
پیامش دراصورِ محشر بدوش ‌ ‌ ‌ کلامش ادا، عشق و مستی فروش
بسازِ بش نغمہ ہائے الست ‌ ‌ ‌ ازاں نغمہ ہا سازِ باطل شکست
بسیناش فرعونیاں حق شناس ‌ ‌ ‌ ز ضربِ کلیمش خرد بے حواس
ہمہ تن زسوز و گداز آفتاب ‌ ‌ ‌ نثارِ کفن ہش ہزاراں ثواب
دریغا کہ آں دورِ ساقی نماند ‌ ‌ ‌ بمیخانہ صہبائے باقی نماند
گرفت از جہاں بست اقبالِ ما ‌ ‌ ‌ بلا خود کند نوحہ بر حالِ ما!
فغاں از ستمہائے گردوں فغاں ‌ ‌ ‌ ز دودِ فغانم سیہ آسماں

تہی مایہ دشتِ جنوں شد دریغ
نواے ادب سرنگوں شد دریغ
نگوں سازِ اصنامِ آذر کجاست؟
خروشندہ چوں برق و تندر کجاست؟
الا تا چہ ہذیاں سرائی کنم
بہ بیہودگی ہرزہ لائی کنم!
کہ اقبال زندہ است و پائندہ باد
از و روے ادبار شرمندہ باد
بلند از مقامِ فنا نامِ اوست
کہ تعمیرِ ملت ز پیغامِ اوست
سراپاش قربِ خدا یافتہ
حیاتش زلالِ بقا یافتہ
بہ آغوشِ الفت کشد رحمتش
طوافِ ملائک سرِ تربتش

آہ علامہ اقبال

جناب عبداللہ انور بیگ ایم اے ایل ایل بی

اے آہ خورشیدِ زماں!
زیرِ افق شد ناگہاں
چشم و چراغِ آسماں
ماہِ منیرِ ہندیاں!
یعنی کہ سرِ اقبالِ ما
پنہاں شد از چشمِ جہاں
اقطاعِ بحر و بر غمیں!
شد دیدۂ عالم نہیں
اے آہ آں دُرِّ ثمیں
گم کردہ ایم اندر زمیں!
جلوہ فروزِ شہرِ ما!
آں شمعِ حق رُوحِ امیں
لاہور و دہلی در فغاں
نالاں ہرات و اصفہاں
پاریس و لندن نیم جاں
غمہائے برلن بیکراں
اے آہ مرگِ شاعرے
از جورِ گردوں الاماں!

برہم شد آں بزم چمن — ویرانہ ہر دشت و دمن!
دلگیر کشمیر و دکن!! — حیراں بخارا و ختن
آوخ کہ سر اقبال شد — افسانۂ عہد کہن!!
با شیونش ہم خانہ ام — بیچارہ و دیوانہ ام
از ہوش خود بیگانہ ام — بے شیشہ و پیمانہ ام
تنگ آمدم از زیستن
دور از درِ میخانہ ام

حافظ مظہر الدین صاحب

نوحۂ اقبال

رفت از ما مسند آرائے علوم — آنکہ ذاتش بود دریائے علوم
کاشف سرِ خودی دانائے راز — آں فقیرِ بے جادہ پیمائے حجاز
ذاتِ پاکش بُد شہنشاہِ سخن — از قدومش زندہ بُد جاہ سخن
یک جہاں از فیض او سیراب شد — بے گماں او قلزم زخار بُد
محرم اسرار مخفی و جلی — آنکہ نامش در جہاں مرد ولی
از مئے حبِ نبی سرشار بود — جاں نثار احمد مختار بود
ناگہاں بگذاشت ایں دنیائے دوں — دیدۂ من در غمش شد غرق خوں
برمزارش دیدہ ام نوحہ گراں — "دلبراں زہرہ وشاں ہمیں براں"
از پئے او فاتحہ خوانی کنند — مدفنش از چہرہ نورانی کنند
قند ہا ریزند از گفتار خویش — اشک ہا از نرگس بیمار خویش

هر یکے زینا شده سینه فگار   از خدنگ شاعر جادو نگار
رفت در دار بقا شد محو خواب
در جہاں افگند برق اضطراب

نوحۂ غم

جناب منصور جذبات ضیاء صاحب جعفری

بادۂ غم ساقیا در جام کن   روزِ من تاریک تر از شام کن
از دلم خیزد نوائے اختیار   آہ! آں روزے کہ از من رفت یار
اے چہ یارے یادگارِ ملتے   ز آتش اش تازہ شرارے ملتے
آنکہ در گہوارہ نامِ حق ببرد   از تپش در کودکی کوثر فشرد
لالہ ہا کارید در ویرانہا   رمزِ قرآں گفت با فرزانہا
آنکہ از بحرِ روانِ مصطفےٰ   بود یک موجِ بلند آہنگِ ما
از خدا جویائے سوزِ خویشتن   در خودی آں آشنائے ذوالمنن
آں شبستانِ چراغِ زندگی   قلبِ فطرت آں دماغِ زندگی
آئینہ اش غمسازِ سوزِ کبریا   لرزہ بر اندام از خوفِ خدا
آبروئے رنگ و بوئے ما از و   جلوۂ روئے نکوئے ما از و
او حریم و کائنات اندر طواف   او مقیم و شش جہات اندر طواف
از کلیمے راہِ سینا یافتہ   از محمد چشمِ بینا یافتہ
خندہ بر لب از تجلی زارِ دل   دیدہ گریاں ز آتش بیدارِ دل
برگ و سازِ کائنات وحدتے   شش جہت اندر جہات وحدتے

"شرحِ شرحِ سینه از دردِ فراق" — ریزه ریزه شیشهٔ جاں از اشتیاق
خاکی و صیادِ مهر و کهکشاں — بر زمیں و با خبر از آسماں
واقفِ سرِ ضمیرِ کائنات — مشتِ خاکش جلوه پیرائے حیات
خاکِ پاکش کیمیائے زندگی — مست و سرخوش از نوائے زندگی
واقف از آئینهٔ اسرارِ خویش — زنده تر از جلوهٔ دیدارِ خویش
هر نفس خلاقِ جانِ تازهٔ — روشن از نورِ جهانِ تازهٔ
از گریبانش طلوعِ خاورے — نطقِ او چوں سلسبیلِ کوثرے
عصرِ دیگر آفرید از سوزِ دل — از تب و تابش درخشاں آب و گل
در لباسِ قصر تا شاهی نمود — از کتابِ حکمت آگاهی نمود
در دلِ او پیچ و خم از لا اله — شعرِ او تیغِ دودم از الا الله
"درمیانِ کارزارِ کفر و دیں — ترکشِ ما را خدنگِ آخریں"
حضرتِ اقبال جانِ شاعری — آفتابِ آسمانِ شاعری
خوش ز آغوشِ جهانِ ما گذشت — همچو برق از آشیانِ ما گذشت
سوخت از غم جانِ زارِ ملتے — شد خزاں دیده بهارِ ملتے
از جهاں اسود و احمر گذشت — جانِ پاکش از مه و اختر گذشت
اے خوش آں خاکے که جسمِ آں درو ست — عطر بیز و لاله خیز و مشک بوست
بر مزارش قدسیاں تسبیح خواں — انجم و پرویں بریزِ آسماں

طوطیائے دیده خاکِ کوئے او
دادیٔ لاهور مست از بوئے او

ایں فرقت پیغمبر است

فنّی دبیرہ زیب عثمانیہ صاحبہ — لدھیانوی

ازل راز داں آید کہ ناید، ابد را ترجماں آید کہ ناید،
فلک صد بار ہم بر خود بپیچد چنیں دورِ زماں آید کہ ناید
امیر کارواں خواہند آمد! عزیزِ کارواں آید کہ ناید
اگر قلبے بہ ذکر و فکر آید بہ ایں زورِ بیاں آید کہ ناید
جہاں صد نسخہ دریا بد ولیکن طبیبِ ملتاں آید کہ ناید

بپرس از حضرت اقبال اے زیب
پس ایں خستہ جاں آید کہ ناید

آہ! اقبال

جناب نواز صاحب — مبارک

مردِ حُر بود کہ قید سحر و شام تنافت مرحبا حضرت اقبال چہ آزاد آمد
با غلاماں سیہ رُو نتوانست نشست دلِ ز خود داری اقبال بفریاد آمد
چشم من اشک فشانست و زباں نالہ نواز
چہ مصیبت بسرم رفت چہ آفتاد آمد۔

اقبال۔

جناب ملک ناصر علی صاحب — بہاری

خوش بدل اقبال ما عشق پیمبر گرفت در رہ صدق و صفا شیوۂ بوذر گرفت
گفت کہ غیر از خودی معنی ہستی گم است در لغت اش زندگی معنی دیگر گرفت

دعوت علم و عمل داد بہ بانگ دہل | عنصر بے جان ما زندگی از سر گرفت
منزل دشوار ما سہل ز تدبیر او | معجزِ اندیشہ اش آب از اخگر گرفت
شمع خیالش بدل جلوۂ سینا گرفت | در نظر از جیب شب صبح منور گرفت

دید چو بے کیفی بادۂ دیرینہ را
ساقی جام خودی بادہ دیگر گرفت

جناب جعفری صاحب

نذرِ اقبال

بہار گلشن عالم بہار اقبال است | گل ریاض معانی نثار اقبال است
بہر طرف کہ بدیدم بہ بزم سوز و گداز | فروغ شعلۂ شمع شرار اقبال است
زمین و کوہ بیاباں و گلشن سرمد | چو لالہ جام بکف میگسار اقبال است

بعید گاہے سخن ہست قدر اندازے
طیور مشرق و مغرب شکار اقبال است

نالۂ عظامی خستہ حال در فراقِ حضرت علامہ سر محمد اقبال رح

فلک ہا در لباسِ نیلگوں نیست ! | زمیں ہا غوطہ زن در بحرِ خوں است
بیامد گل بہ پیراہن دریدن ! | ز بلبل رم گرفتہ ست آرمیدن
عنادل را نوا شور و فغانہاست | صدائے قمریاں نشتر بجانہاست
بجانِ بیدلاں صبر و سکوں نیست | نہ جائے ہست کانجا موجِ خوں نیست
تپیدن را حکومت دست دادہ | سکوں را تاج از سر اوفتادہ

همانا حضرتِ علّامہ اقبالؒ ! — کہ ماضی را بیاورد دست در حال
ز اوصافش بپرس از روئے انصاف — گرفتہ صیتِ شعرش قاف تا قاف
نوائش را فصاحت سفتہ گوشے — بیانش را بلاغت سرفروشے
چو پر برمی زوئے مرغِ خیالش — باوجِ سدرہ می سائید بالش
باسرارِ خُودی باتر زبانے ! — رموزِ بے خُودی را ترجمانے
سر از جیبِ جلال الدین رومی — بر آوردست آں بحرِ علومی
زجامِ حبِ احمدؐ مست اقبال — بہ محبوبِ خُدا دل بست اقبال
بدل سوزِ بلالی داشت اقبال ! — بریں حالش گواہِ صادقش حال
نہنگِ قلزمِ توحید اقبال — پلنگِ بیشۂ تجرید اقبال !
حقیقت را بہ بازارِ مجازے — بیا در دست آں دانائے رازے
سرِ خُود تا ترا شیدہ قلندر — زباں از دعوئے لبستہ پیمبر
نہ تنہا مقتدائی اوستادم — بس اسرارِ فن از وے ہست یادم

دریغا حسرتا امروز مرد مست
بدستِ مرگ نقدِ جاں سپردست

یکے بنگر کہ در جاویدِ منزل — قیامت را حکومت ہست، حاصل
یکے جاوید راہم بیں کہ چوں ست — زچشمانش رواں دو جوئے خونست
بیا بنگر یکے سوئے علی بخش ! — کہ از غم می کند موئے علی بخش
بہ سر بر ادفتادہ کوہِ غم ہا — دلم را در گرفت استئے الم ہا !
اجل امروز آں تیرے بجاں زد — کہ آتش ہا بہ مغزِ استخواں زد

غلط کردم تپیدن از تپیدن — سرشکِ من برافتاد از چکیدن
بنالہ نالہ ہا برنالہ ہایم! — بلب بتخانہ ہا بتخانہ ہایم

سحر را چاک چاک آمد گریباں
سیہ پوش ست شب در ماتمِ آں

عظامی تا بکے ایں آہ و زاری — عظامی تا کجا ایں اشکباری
اجل را پنجہ تابیدن نمانی — قضا را دست پیچیدن ندانی
شہنشاہان زبوں صیدے قضا را — جہانباناں چو خس سیل فنا را
قضا را فرق در شاہ و گدا نیست — اگر فرقے کند حاشا قضا نیست
طبیباں را قضا بیمار سازد — عسل را مرگ زہر مار سازد
دمِ گرم مسیحا از قضا سرد — بآبِ خضر آمیزد قضا گرد

غلط گوئی قضا جاں مے ستاند!
کہ جانے کو دہد مردن نداند!

عظامی شکوۂ افلاک تا چند — بہ سر خاک و گریباں چاک تا چند
کجا دستے کہ با گردوں ستیزی — کجا پائے کہ از دوراں گریزی
فلک را رسم و آئین وفا نیست — بچشم ایں ستم کیشے حیا نیست
سمومی می کند ایں باگلِ تر — بشاخ آید بگردد موج صرصر
دل خود وقفِ تسلیم و رضا کن — زبانِ خویش مصروفِ دعا کن

الٰہی قصرِ جنت جائے او باد
حریمِ رحمتت ماوائے او باد

جناب علی منظور صاحب حیدر آبادی

اقبال

اقبال چو ساقی شد ساغر زدم از دست اش — با شیخ ریا گستر رو نزے نشستم من
در خمکدۂ عرفاں اقبال کند مستی — زایں مستی کیف آور در گلکدہ مستم من
ایں تحفہ دادا زمن او را بہ ساں قاصد — سوئے دگراں گاہے چیزے نفرستم من

من ساختہ ام مشرب انصاف پرستی را
منظور امیر مس از من امروز کہ ہستم من

جناب اے محمد امین صاحب تخو

علامہ اقبال کی لوحِ مزار

صبا آہستہ تر بخرام ایں جا — کہ اقبال است در آرام اینجا
کرام اقبال؛ فخرِ روزگاراں! — سرو سر کردۂ جادو نگاراں
بسازِ غیب فطرت زخمہ رانے — ز سوزِ اندروں آتش بجانے
خبردار از رموز و رازِ ہستی — امیر کاروانِ عشق و مستی
گرامی گوہرِ بحرِ معانی — معانی راز طبع او روانی
نوی آوردہ او طرزِ فغاں را — بہ منبر گفتہ او رازِ مغاں را
زلالِ خضر خود دُردے ز جامش — بحیرت فیلسوفاں از کلامش
دو صد خُم نشہ، اندر ہر سر دوش — رسد ہر دم ز افلاطونِ دوش
مئی پُر زورِ مشرب در سفالش — بجز آں نشہ با عالم ملالش!
پئے احیاءِ جذبِ دیں بصد رنگ — بکار آوردہ با تہذیبِ تو جنگ

غنودہ قوم را بیدار او کرد — خودی از بیخودی ہشیار او کرد
خودی را دادہ تشریف نوی او — نمودہ پشتِ خود داری قوی او
پئے آیندگان بر رہ چراغے — چو برافروخت، وید اینجا فراغے
زبانِ آتشیں بربست چوں دوش — شمر دم رحلتش از "شمع خاموش"
ز القابش بدیناں یک لقب من — نوشتم "فخرِ ملت" باادب من ۱۳۵۷ھ
دگر چوں "شاعرِ مشرق" طرازم — کمی اینجا پُر از "علامہ" سازم
پس از عمرے زیاراں دار سیدہ — در اینجا دار سیدہ آرمیدہ

بود آیندگاں آیند ایں جا
بروحش فاتحہ خوانند ایں جا

امیرِ ملّت بیضا کجائی

جناب اکرم صاحب سیفی

گلستاں ساختی دیرِ کہن را — بہارِ تازہ بخشیدی چمن را
حیاتِ جاوداں دادی وطن را — سراپا سوز کردی انجمن را

امیرِ ملّت بیضا کجائی
کجائی غمگسارِ ما کجائی

زحالِ ما چنیں بے اعتنائی — زپا افتادگاں غافل چرائی
زخواب اے دیدہ بیدار برخیز — وفاداری۔ نہ زیبد بیوفائی

امیرِ ملّت بیضا کجائی
کجائی غمگسارِ ما کجائی

کجائی کوکب رخشان ملت   کجائی ای مه تابان ملت!
بلب آمد ز هجرت جان بیتاب   که بودی در جهان درمان ملت

امیر ملت بیضا کجائی
کجائی غمگسار ما کجائی

شکستی این چنین پندار مغرب   که سرد افتاد کار و بار مغرب
سرآمد رونق نیرنگ افرنگ   که ششدر شد در و دیوار مغرب

امیر ملت بیضا کجائی
کجائی غمگسار ما کجائی

نمودی فرق ابراهیم آذر   پیامت حامل درس پیمبر!
ز انوار خودی در قلب مشرق   فروزان کرده خورشید خاور

امیر ملت بیضا کجائی
کجائی غمگسار ما کجائی

جهان رنگ و بو برباد کردی   اسیر رنگ را آزاد کردی
نمودی حکمت ام الکتابی   دل ملت به دین آباد کردی

امیر ملت بیضا کجائی
کجائی غمگسار ما کجائی

رموز دین و دنیا وانمودی   نقاب روی ملا بر کشودی
فزودی اینقدر ذوق جهادی   ز دلها خوف غیر الله ربودی

امیر ملت بیضا کجائی

کجائی غمگسارِ ما کجائی

حکیم نکتہ داں گویم کہ شاعر | کمالت بے نیاز ز چشم ظاہر
ز نورِ معرفت در دَورِ الحاد | ربودی ظلمتِ تہذیبِ حاضر

امیرِ ملّتِ بیضا کجائی
کجائی غمگسارِ ما کجائی

بہارِ بوستانِ خود ندیدی | ز شاخِ آرزو گلہا نہ چیدی
بگو اے محرمِ رازِ حقیقت | چرا از ما چنیں دامن کشیدی

امیرِ ملّتِ بیضا کجائی
کجائی غمگسارِ ما کجائی

کجائی ترجمانِ دردِ ملّت | کجائی اے زبانِ دردِ ملّت!
ہمہ ملّت بمرگت نوحہ خوانست | کجائی نوحہ خوانِ دردِ ملّت

امیرِ ملّتِ بیضا کجائی
کجائی غمگسارِ ما کجائی

اقبال ز ما رفت

مولانا مفتی غلام قادر صاحب — مرحوم

بیتاب دل زار، کہ اقبال ز ما رفت | اقبال ز ما رفت
آں بود حکیمے، پئے ہر درد دوائے | بے حرص و ہوائے
بشکست دلِ غنچہ، شد چاک جگر گل | تر دیدہ بلبل!
نا واقفِ رہ قافلۂ ملّتِ بیضا | در پیش خطرہا

آں نغمہ سرا ئیت بغم محو فغانیم — بے روح وردانیم
خورشید صفت روشن و چوں ماہ منیرے — رخشندہ ضمیرے
آں مجتہد عصر و حق آگاہ مجدد — بیخوف موحد
پیغام اجل یافت و شد راہیٔ جنت — باشوق و مسرت
از دارِ فنا جانب دنیائے بقا رفت — اقبال زما رفت
دانائے مسیحا نفس و دستِ شفا رفت — اقبال زما رفت
ہم رنگِ صبا آمد و ہم رنگِ صبا رفت — اقبال زما رفت
خاموش بشد بانگِ درا، راہنما رفت — اقبال زما رفت
در محفلِ محبوبِ ازل دلبر ما رفت! — اقبال زما رفت
زیں عالم ظلمات بصد نور و ضیا رفت — اقبال زما رفت
پیغام خودی داد بدرگاہِ خدا رفت — اقبال زما رفت
از امرِ خدا آمد و شاکر بہ رضا رفت — اقبال زما رفت
فرخ! سحر و شام بلب آہ و فغانست — ایں ورد زبانست
اقبال بشر رخصت و اقبال زما رفت — اقبال زما رفت

موت العالِم موت العالَم

مولانا یوسف خاں صاحب — ہمسر خنجی

آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں — بر وفاتِ شاعرِ مشرق سراجِ علمِ دیں
آشنائے رمزِ قرآں، واقفِ سرِ خودی — تاجدارِ ملکِ معنی حامیٔ دینِ نبیؐ
غمگسارِ ملتِ بیضا، نقیبِ مصطفےٰ — عاشقِ روئے نبی سرخیلِ اربابِ صفا

فیلسوفِ نکتہ سنج و صاحبِ "ضربِ کلیم" آنکہ از تیغِ کلامش پیکرِ باطل دو نیم
آں کہ مشرق را پیامِ زندگانی باز داد
حق تعالیٰ بر مزارِ پاکِ او رحمت کناد

علّامہ اقبال

جناب مولانا محمد بخش صاحب — متعلم لاہور

زندہ دارِ سوز و سازِ پیرِ رومؒ — آخریں پروانۂ شمعِ علوم
ترجمانِ سطوت و اقبالِ ما — ماضی و حال و استقبالِ ما!
جاں فدائے رحمۃ للعالمیںؐ — آشنائے امتِ خیر الامیں
باخدا مستانہ و دیوانہ — با محمدؐ عاقل و فرزانہ
بے نیاز از عزِّ انساب و وطن — بُت شکن از دودمانِ برہمن
مخزنِ احکامِ دیں تقدیرِ او — درسِ آیاتِ مبیں تحریرِ او
نوجوانے معرفت تعمیر کرد — فکر و ذوقِ قوم را تطہیر کرد
آہ او در ملتے روحے دمید — جذبۂ عشقِ محمدؐ آفرید
مہر و ماہِ درس گاہِ لا الٰہ — گویدا لا الٰہ از فیضِ نگاہ
فکرِ او افسونِ لادینی شکست — حرفِ او تریاقِ زہرِ مغرب است
فلسفہ آموخت از المانیاں — کرد شرحِ حکمتِ ایمانیاں
علمِ قرآں شرحِ صدرِ او نمود — عشق و دیں بخشید ریب و شک ربود
شاعری مرہونِ او ممنونِ او — معنی و علمِ بیاں مفتونِ او
شاعرِ مرتاض نباضِ امم — بر زبورش ناز فرماید عجم!

تبرکاتِ اقبال

اقبال کی دُعا

مسجد قرطبہ میں بیٹھ کر بارگاہِ رب العزت میں

ہے یہی میری نماز ہے یہی میرا وضو
میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو!

صحبتِ اہلِ صفا نور و حضور و سرور
سرخوش و پُرسوز ہے لالہ لبِ آبجو

راہِ محبت میں ہے کون کسی کا رفیق
ساتھ مرے رہ گئی ایک مری آرزو

میرا نشیمن نہیں درگہِ میر و وزیر
میرا نشیمن بھی تو شاخِ نشیمن بھی تو

تجھ سے گریباں مرا مطلعِ صُبحِ نشور
تجھ سے مرے سینے میں آتشِ اللہ ھو

تجھ سے مری زندگی سوز و تب و درد و داغ
تو ہی مری آرزو، تو ہی مری جستجو

پاس اگر تو نہیں شہر ہے ویراں تمام
تو ہے تو آباد ہیں اُجڑے ہوئے کاخ و کو

پھر وہ شرابِ کہن مجھ کو عطا کر کہ میں
ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کے جام و سبو

چشمِ کرم ساقیا دیر سے ہیں منتظر
جلوتیوں کے سبو، خلوتیوں کے کدو

تری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گلہ
اپنے لئے لامکاں میرے لئے چار سو

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں رُوبرو

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

اے مسلماں اپنے دل سے پوچھ ملّا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم!

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

عشقِ بتاں سے ہاتھ اٹھا اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کر تلف

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لا تخف

نہ فقر کے لئے موزوں نہ سلطنت کے لئے
وہ قوم جس نے گنوایا متاعِ تیموری

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں!

یہیں بہشت بھی ہے حور و جبرئیل بھی ہے
تری نگہ میں ابھی شوخیٔ نظارہ نہیں

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشادِ شرق و غرب

تیغِ ہلال کی طرح عیشِ نیام سے گذر!
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن!

ہے ذوقِ تجلّی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل! تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے!

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کرّاری!
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دلِ بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جبتک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

اے رہروِ فرزانہ بے جذبِ مسلمانی!
نے راہِ عمل پیدا نے شاخِ یقیں نمناک

خودی وہ بحر ہے جسکا کوئی کنارہ نہیں
تو آبجو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام بادشاہی

برہنہ سر ہے تو عزمِ بلند پیدا کر!
یہاں فقط سرِ شاہیں کے واسطے ہے کلاہ

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا!
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

نہ بادہ ہے نہ صراحی نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے
نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو اندازِ آفاقی

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر!
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

تو بے بصر ہو تو یہ مانعِ نگاہ بھی ہے
وگرنہ آگ ہے مومن، جہاں خس و خاشاک

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا
مقامِ رنگ و بو کا راز پا جا

کھلتے نہیں اس قلزمِ خاموش کے اسرار

جب تک تو اسے ضربِ کلیمی سے نہ چیرے

ندرتِ فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی!
ندرتِ فکر و عمل سے سنگِ خارا لعلِ ناب

راز ہے راز ہے تقدیرِ جہانِ تگ و تاز
جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز

خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی

افکار جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں
پوشیدہ نہیں مردِ قلندر کی نظر سے

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور

فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

مقامِ فکر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیئے!

ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ الہام
ہے اس کی نگہ فکر و عمل کیلئے مہمیز!

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق اُن کو!
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور

خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا
وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ

حرف اس قوم کا بے سوزِ عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر!

خودی میں ڈوب زمانے سے نا امید نہ ہو
کہ اس کا زخم ہے درپردہ اہتمامِ رفو

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا!
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری

مردِ بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گلہ!
بندۂ حُر کے لئے نشترِ تقدیر ہے نوش

جو سختیِ منزل کو سامانِ سفر سمجھے
اے وائے تن آسانی! ناپید ہے وہ راہی

یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں!
ہمت ہو پر کشا تو حقیقت میں کچھ نہیں

جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو

کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ
پرورش دل کی اگر مدِّ نظر ہے تجھ کو!

مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس
ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام
روح ہے جس کی دمِ پرواز سر تا پا نظر

اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جسکے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد
موجوں کی تپش کیا ہے؛ فقط ذوقِ طلب ہے
پنہاں جو صدف میں ہے وہ دولت ہے خداداد

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے

تعصب چھوڑ ناداں! دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جنکو سمجھا ہے برا تو نے

دکھا وہ حسنِ عالم سوز اپنی چشمِ پرنم کو
جو تڑپاتا ہے پروانے کو رلواتا ہے شبنم کو

دوا ہر دکھ کی ہے مجروحِ تیغِ آرزو رہنا
علاجِ زخم ہے آزادِ احسانِ رفو رہنا

جینا وہ کیا جو ہو نفسِ غیر پر مدار!
شہرت کی زندگی کا بھروسا بھی چھوڑ دے

راز حیات پوچھ لے خضرِ خجستہ گام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تو؟
لب کشا ہو جا سرودِ بربطِ عالم ہے تو!

خیمہ زن ہو وادیِ سینا میں مانندِ کلیم
شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر

ہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ افتاد!

کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز! گرمیِ محفل نہ کر قبول!

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہو گئی بیدار
شمشیر کی مانند ہے برندہ و براق

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز

آزادیِ افکار سے ہے ان کی تباہی

رکھتے نہیں جو فکر و تدبیر کا سلیقہ

خُودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہِ فقیر!

آزاد کا ہر لحظہ پیامِ ابدیت
محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات!

خُدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

ترا یہ حال کہ پامال و درد مند ہے تو
مری یہ شان کہ دریا بھی ہے مرا محتاج

تو ضمیرِ آسماں سے ابھی آشنا نہیں ہے
نہیں بے قرار کرتا تجھے غمزۂ ستارہ

وہ مردِ مُجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو!
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

جہاں میں بندۂ حُر کے مشاہدات ہیں کیا
تری نگاہ غلامانہ ہو کیا کہیئے!

ملے گا منزلِ مقصود کا اُسی کو سُراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جسکا چراغ

اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

نہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا

نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو!
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

تیرا زمانہ تاثیر تیری!
ناداں! نہیں یہ تاثیرِ افلاک

مانندِ سحر صحنِ گلستان میں قدم رکھ
آئے تہِ پا گوہرِ شبنم تو نہ ٹوٹے

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں ترے نورِ سحر سے

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر
خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر

بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد

وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا

ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

ہاں! نمایاں ہو کے برقِ دیدۂ خفاش ہو
اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر فاش ہو

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں اُلجھ کر زندگی کرنیکی خو کر لے

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو!

ہمتِ عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک

کرمکِ ناداں طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہیدِ جستجو کر دے

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خُودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا

خُودی میں ڈوب جا غافل یہ سرِ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

مل ہی جائے گی کبھی منزلِ لیلیٰ اقبال
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

بُرا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی خرد کی معموری!

تو ہما کا ہے شکاری ابھی ابتدا ہے تیری
نہیں مصلحت سے خالی یہ جہانِ مرغ و ماہی!

تری قندیل ہے ترا دل!
تو آپ ہے اپنی روشنائی!

تعمیرِ آشیاں سے میں نے یہ راز پایا
اہلِ نوا کے حق میں بجلی ہے آشیانہ!

رازِ حرم سے شاید اقبال باخبر ہے
ہیں اس کی گفتگو کے انداز محرمانہ!

شرعِ محبت میں ہے عشرتِ منزل حرام
شورشِ طوفاں حلال، لذتِ ساحل حرام

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا وہاں بے ذوق ہے صہبا

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

عجب مزا ہے مجھے لذتِ خودی دے کر
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں

تو کفِ خاک و بے بصر، میں کفِ خاک و خود نگر

کشتِ وجود کیلئے آبِ رواں ہے تو کرمیں

اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت
آہ! یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لئے

میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی
کیا بتاؤں ان کا میرا سامنا کیونکر ہوا

مرے اشعار اے اقبال کیوں پیارے نہ ہوں مجھکو
مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ دردانگیز نالے ہیں

چمن زارِ محبت میں خموشی موت ہے بلبل!
یہاں کی زندگی پابندیٔ رسم فغاں تک ہے

مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جنکو ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

جینا وہ کیا جو ہو نفس غیر پر مدار!
شہرت کی زندگی کا بھروسا بھی چھوڑ دے

بھری بزم میں راز کی بات کہدی!
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

میرے خورشید! کبھی تو بھی اٹھا اپنی نقاب
بہر نظارہ تڑپتی ہے نگاہِ بیتاب

جانِ مضطر کی حقیقت کو نمایاں کردوں
دل کے پوشیدہ خیالوں کو بھی عریاں کردوں

ای دل! تو بھی خموش ہو جا!
آغوش میں غم کو لے کے سو جا

کہاں اقبال تم نے آ بنایا آشیاں اپنا
نوا اس باغ میں بلبل کو ہے سامان رسوائی

راز ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو
کھل گیا جس دم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں

کہیں سامان مسرت، کہیں ساز غم ہے
کہیں گوہر ہے کہیں اشک کہیں شبنم ہے

حیرتی ہوں تری تصویر کے اعجاز کا!
رخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

پردہ چہرے سے اٹھا، انجمن آرائی کر
چشم مہر و مہ و انجم کو تماشائی کر

مرزا غالب کو خدا بخشے بجا فرما گئے!
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائینگے کیا

نہ پوچھو مجھ سے لذت خانماں برباد رہنے کی
نشیمن سینکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

(سردار [illegible] سنگھ پرنٹر پبلشر نے دنیا محمدی پریس لاہور سے چھپوا کر آزاد بکڈپو لاہور سے شائع کیا)